قرآنِ کریم
اور
آسمانی صحیفے

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم
اور
آسمانی صحیفے

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اریب پبلیکیشنز
1542 پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲
فون:23284740،23282550

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب : قرآن کریم اور آسمانی صحیفے

تالیف : ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ناشر : اریب پبلیکیشنز

صفحات : 96

سن اشاعت : 2013

قیمت :

Qur'an-E- Kareem Aur
Aasmani Sahife

Dr. Mohammad Raziul Islam Nadvi

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اریب پبلیکیشنز

1542 پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون:23282550،23284740

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

پیش لفظ	۵
(۱) قرآن کریم میں صحفِ سماوی کے حوالے	۷
تفسیرِ قرآن میں صحفِ سماوی سے مدد لینے کے فوائد	۷
ایک شبہ اور اس کا جواب	۸
زبور کا حوالہ	۱۱
توریت کے حوالے	۱۶
سابقہ امتوں میں روزہ کی فرضیت	۲۵
توریت اور انجیل میں حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کی تمثیل	۲۸
توریت و انجیل میں نبی امّی ﷺ کا تذکرہ	۳۰
(۲) توریت پر تنقید کی قرآنی اصطلاحات	۳۵
۱- تحریف	۳۷
۲- لَبس (مشتبہ کر دینا)	۴۶
۳- تبدیل	۵۱
۴- کتابت	۵۷
۵- قراطیس	۶۳
۶- لی لسان (زبان کا الٹ پھیر)	۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) صحفِ ابراہیمؑ	۶۹
صحفِ ابراہیمؑ کی تعداد؟	۷۰
صحفِ ابراہیمؑ کا زمانۂ نزول	۷۱
صحفِ ابراہیمؑ عصرِ حاضر میں	۷۱
صحفِ ابراہیمؑ کی تعلیمات	۷۲
(۴) سیرت ابراہیمؑ: بائبل اور قرآن کا تقابلی مطالعہ	۷۵
حضرت ابراہیمؑ کی زندگی بائبل کی روشنی میں	۷۵
بائبل اور قرآن کے بیانات میں فرق	۷۷
سیرت ابراہیمی قرآن میں	۷۹
(۵) اہل کتاب کون ہیں؟	۸۷
یہود و نصاریٰ	۸۷
کیا دیگر مذہبی گروہوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا؟	۸۹
صابئین	۹۰
مجوس	۹۲
اصطلاح 'اہل کتاب' کی تشریح	۹۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں کی ہدایت کے لیے ان کے درمیان اپنے پیغمبر بھیجے تو ان پر اپنی کتابیں بھی نازل کیں۔ یہ کتابیں پیغمبروں کے بعد بھی ان قوموں کے لیے ہدایت کا ذریعہ رہی ہیں اور ان سے وہ اپنی زندگی کے مختلف معاملات میں رہ نمائی حاصل کرتے رہے ہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر خواہشاتِ نفس کا غلبہ ہوگیا تو انھوں نے ان الٰہی کتب کو پسِ پشت ڈال دیا، ان میں تحریفات کردیں اور ان کی جو تعلیمات و ہدایات ان کی خواہشاتِ نفس سے ٹکراتی تھیں انھیں بدل ڈالا۔ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنی کتاب (قرآن مجید) نازل کی۔ دیگر کتب سماوی کے مقابلے میں قرآن مجید کا امتیاز یہ ہے کہ اس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ کیا ہے۔ قرآن دیگر کتبِ سماوی کا مصدّق، مبیّن اور مھیمن (البقرۃ:۹۱، النور:۳۴، المائدۃ:۴۸) ہے۔ ان میں جو باتیں صحیح اور برحق ہیں ان کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور ان میں جو تحریفات در آئی ہیں ان کی اصلاح کرتا اور حق کی وضاحت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے راقم سطور کو مذکورہ بالا موضوعات پر چند مقالات تحریر کرنے کا موقع ملا۔ یہ مقالات ملک کے مختلف موقر مجلّات میں شائع ہوئے اور علمی حلقوں میں قدر و منزلت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ ان میں سے چند منتخب مقالات کا مجموعہ زیر نظر کتاب کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔

پہلا مقالہ 'قرآن کریم میں صحفِ سماوی کے حوالے' ماہ نامہ الرشاد اعظم گڑھ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپریل مئی ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں ان آیات کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے جن میں صحفِ سماوی کے حوالے دے کر ان کی بعض تعلیمات نقل کی گئی ہیں۔ دوسرا مقالہ 'تورات پر تنقید کی قرآنی اصطلاحات' سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ اکتوبر- دسمبر ۲۰۰۱ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ اس میں ان قرآنی بیانات سے بحث کی گئی ہے جو تورات کی تحریفات سے متعلق وارد ہیں اور ان الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے جن کا استعمال قرآن میں بہ طور اصطلاح ہوا ہے۔ تیسرا مقالہ 'صحفِ ابراہیم' ماہ نامہ حیاتِ نو اعظم گڑھ مارچ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں قرآن کریم کی متعلقہ آیات کے حوالے سے صحفِ ابراہیم کا تعارف کرایا گیا ہے۔ چوتھے مقالے میں، جو ماہ نامہ 'زندگی نو' نئی دہلی مئی ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کے تعلق سے قرآن کریم اور بائبل کے بیانات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ پانچواں اور آخری مقالہ 'اہل کتاب کون ہیں؟' کی اشاعت ماہ نامہ 'حیاتِ نو' اعظم گڑھ اگست ۱۹۹۹ء میں ہوئی تھی۔

یہ کتاب اریب پبلی کیشنز نئی دہلی کے مالک جناب سید ساجد علی کی دل چسپی سے شائع ہورہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں برکت دے اور انھیں دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کا فائدہ عام کرے اور اس کے اجر سے نوازے۔

محمد رضی الاسلام ندوی

علی گڑھ

۳۰ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

۱۰ ستمبر ۲۰۱۰ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم میں صحف سماوی کے حوالے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے انبیاء کے ساتھ اپنی کتابیں بھی نازل کیں۔ یہ کتابیں زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ تصحیف وتحریف کا شکار ہوتی گئیں۔ لوگوں نے خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے کلام الٰہی میں کلام انسانی کی آمیزش کر دی۔ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو قرآن کریم کا معجزہ عطا فرمایا اور رہتی دنیا تک کے لیے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔

ان آسمانی کتابوں میں (باوجود یہ کہ قرآن کے علاوہ سب تحریف کا شکار ہو گئیں) اب بھی کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ انبیاء کے قصے، گذشتہ قوموں کے واقعات، بنیادی عقائد اور احکام و تعلیمات سب میں قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں میں بڑی حد تک مماثلت اور یک رنگی ملتی ہے۔ اس لیے کہ وہ سب وحی کے خالص اور شفاف سرچشمے سے نکلی ہیں۔ اس لیے یہ بات عقل کو لگتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کی تفسیر و تاویل میں ان کتابوں سے بھی مدد لی جائے۔

تفسیر قرآن میں صحفِ سماوی سے مدد لینے کے فوائد

اس سے متعدد فوائد حاصل ہوں گے:

۱- اس سے معلوم ہوگا کہ ان آسمانی کتابوں میں جو واقعات یا تعلیمات قرآن کے مماثل ہیں وہ برحق اور منزل من اللہ ہیں۔ اس لیے کہ قرآن اپنے آپ کو پچھلی کتابوں کا مصدق (تصدیق کرنے والا) قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كَانَ هَـٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَـٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔ (یونس: ۳۷)

(اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جسے اللہ کی وحی اور تعلیم کے بغیر تصنیف کرلیا جائے بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آچکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرماں روائے کائنات کی طرف سے ہے۔)

۲- قرآن گزشتہ کتابوں کی تحریفات کی اصلاح بھی کرتا ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔ (المائدۃ: ۴۸)

(اور اے نبی ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ونگراں ہے۔)

اس لیے قرآن اور ان کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ گزشتہ قوموں نے اپنی آسمانی کتابوں میں کہاں کہاں اور کیا کیا تحریفات کی ہیں؟ اور قرآن نے حقیقت کا پردہ چاک کرکے کیا بیان کیا ہے؟

ایک شبہ اور اس کا جواب

اس سلسلہ میں ایک شبہ کا جواب دیتے ہوئے مولانا حمید الدین فراہیؒ نے لکھا ہے:

"اگر تم کو شبہ ہو کہ یہ کتب مقدسہ غیر محفوظ ہیں، اس وجہ سے اگر قرآن کی تاویل میں ہم ان سے رجوع کریں گے تو غلطی میں پڑنے کا امکان ہے، تو یہ شبہ بالکل بجا ہے۔ لیکن ہم یہ بات نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ پہلے قرآن کو خود قرآن اور عربی زبان کی مدد سے سمجھنا چاہیے، پھر اگر کتب مقدسہ میں کوئی بات ایسی ملے جو معنٰی اور اسلوب کے اعتبار سے قرآن سے ملتی جلتی یا اس سے واضح تعلق رکھتی ہوئی نظر آئے تو دونوں باتوں پر تدبّر اور ان دونوں اسلوبوں کے تقابل سے قرآن مجید کی بلاغت واضح ہوگی۔ نیز مختلف معانی میں ہم جس مفہوم کو ترجیح دیں گے، اس تائید مزید سے اس پر ہمارا اعتماد مضبوط ہوگا۔ علاوہ بریں وحی قدیم کی بعض ایسی باتوں کا مفہوم ہم پر واضح ہوجائے گا جس کا واضح ہونا بہ ظاہر محال نظر آتا تھا۔ یہ چیز اہل کتاب کے ارباب نظر کے لیے قرآن کی صداقت کی اور ہمارے لیے خود ان کی کتابوں کی صداقت کی ایک دلیل ہوگی، جس سے باہمی محبت کی راہیں بھی کھلیں گی اور یہ چیز ان کی ہدایت کے لیے بھی راہ ہموار کرے گی"۔[1]

قرآن کریم صحف سماوی میں سے صحف ابراہیم، توریت، زبور اور انجیل کا تذکرہ کرتا ہے اور بعض تعلیمات اور احکام بیان کرتے ہوئے جا بہ جا ان کے حوالے بھی دیتا ہے۔ گزشتہ آسمانی کتابیں آج جس صورت میں ملتی ہیں اس میں بھی ان میں قرآن کے مذکورہ حوالوں کو تلاش کرنا فائدہ سے خالی نہیں، اس لیے کہ ان کے محرّف ہونے کے مطلب یہ نہیں کہ وہ کلام الٰہی سے یکسر خالی اور محض بے بنیاد روایات اور واقعات کا پلندہ ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں اب بھی حکمت و معرفت کے موتی اور کلام ربانی کے جواہر پوشیدہ ہیں۔ اس عمل سے جہاں ہم ان آسمانی کتابوں میں کلام الٰہی اور کلام انسانی کے مابین امتیاز کرسکیں گے، وہیں ان کے ذریعے حکمت قرآن کا صحیح فہم بھی حاصل ہوسکے گا اور اس کے معانی

---

[1] مقدمہ "تفسیر نظام القرآن، مولانا حمید الدین فراہی" ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی"، دائرہ حمیدیہ سرائے میر، اعظم گڑھ، طبع اول، مقدمہ نمبر۴، ص۴۲-۴۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صحیح تعیین کی جا سکے گی۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ اپنی تفسیر تدبر قرآن کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اسی طرح توریت، زبور اور انجیل بھی اللہ ہی کے اُتارے ہوئے صحیفے ہیں۔ اگر ان کے بدقسمت حاملوں نے ان صحیفوں میں تحریفیں نہ کر دی ہوتی تو یہ بھی اُسی طرح ہمارے لیے رحمت و برکت تھے جس طرح قرآن ہے۔ لیکن ان تحریفات کے باوجود آج بھی ان کے اندر حکمت کے خزانے ہیں۔ اگر آدمی ان کو پڑھے تو یہ حقیقت آفتاب کی طرح سامنے آتی ہے کہ ان صحیفوں کا سرچشمہ بھی بلاشبہ وہی ہے جو قرآن کا ہے۔ میں ان کو بار بار پڑھنے کے بعد اس رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ قرآن کی حکمت کے سمجھنے میں جو مدد ان صحیفوں سے ملتی ہے وہ مدد مشکل ہی سے کسی دوسری چیز سے ملتی ہے“۔[1]

مولانا فراہیؒ نے بھی اس کی افادیت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

”جس طرح سورج کے طلوع ہو جانے کے بعد تاروں کی روشنی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اُسی طرح قرآن کے نازل ہو جانے کے بعد مسلمان بھی ان پچھلی آسمانی کتابوں سے بالکل بے نیاز ہو گئے، جن میں جھوٹی اور سچی ہر قسم کی باتیں ملا دی گئی ہیں۔ تاہم قرآن مجید آسمانی صحیفوں ہی میں سے ایک صحیفہ ہے...... اس وجہ سے ہمارے لیے پچھلے صحیفوں کی تعلیمات کو جاننا ضروری ہے...... اس سے قرآن مجید کے وہ اشارات بھی واضح ہوں گے جو ہمارے

---

[1] تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، جلد اول، طبع سوم، ۱۹۷۶ء، مقدمہ، ص ۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور آخر کے مفسرین سے مخفی رہ گئے اور اس کے سبب سے وہ ایک سے زیادہ مقامات میں اصل حقیقت تک نہ پہنچ سکے"۔[۱]

زیر نظر مضمون میں اسی بات کو دلائل کی روشنی میں مثالوں کے ذریعے واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

زبور کا حوالہ

سورۂ الانبیاء میں ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔ (الانبیاء:۱۰۵)

(اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔)

اس آیت میں تین الفاظ محلِ غور وفکر ہیں: زبور، ذکر اور الارض- زبور سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں کتب تفسر میں متعدد اقوال ملتے ہیں۔[۲] لیکن صحیح اور قرین قیاس ابن عباس، شعبی، حسن، قتادہ اور دوسرے اہل علم کا یہ قول معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب ہے[۳] یہ طے ہو جانے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر سے مراد کیا ہے اور الارض کس سرزمین کو کہا گیا ہے؟ مقدم الذکر کے سلسلہ میں بھی متعدد اقوال ہیں۔ مثلاً ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن ہے، سعید بن جبیرؒ فرماتے کہ اس سے مراد 'ذکر آسمانی' ہے۔ مجاہدؒ کے نزدیک ذکر ام الکتاب سے عبارت ہے، ثوریؒ کہتے ہیں کہ

---

[۱] مقدمہ تفسیر نظام القرآن، مقدمہ ص ۸، 'احکام وحقائق کے باب میں قرآن اور کتب سابقہ کا تعلق'

[۲] مثلاً اعمش کا قول ہے کہ اس سے مراد توریت، انجیل اور قرآن ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد الکتاب ہے۔ دیکھیے تفسیر ابن کثیر، ۲۰۱/۳، فتح القدیر، شوکانی، دار الفکر بیروت، طبع سوم ۱۹۷۳ء، ۴۳۰/۳ اور دوسری تفسیریں۔

[۳] ایضاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر لوح محفوظ ہے۔ زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ کتاب اول کو ذکر کہا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے ذکر توریت کو قرار دیا ہے۔[۱]

ارض سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں بھی متعدد اقوال، ہیں مثلاً ارض مقدسہ، کافروں کے علاقے، دنیا، جنت وغیرہ۔[۲]

متاخرین میں سے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ارض سے مراد دنیا کی سرزمین لی ہے اور آیت کی تشریح میں لکھا ہے:

> ''فرمایا: ہم نے زبور میں اپنے اس مقررہ قانون کا اعلان کردیا تھا کہ زمین کے وارث خدا کے صالح بندے ہوتے ہیں۔ یعنی جماعتوں اور قوموں کے لیے یہاں یہ قانون الٰہی کام کررہا ہے کہ انہی لوگوں کے حصے میں ملک کی فرماں روائی آتی ہے جو صالح ہوتے ہیں۔ صلح کے معنی سنورنے اور سنوارنے کے ہیں ...... پس قانون یہ ہوا کہ زمین کی وراثت سنورنے اور سنوارنے والوں کے حصہ میں آتی ہے، اُن کے حصے میں نہیں جو اپنے اعتقادو عمل میں بگڑ جاتے ہیں اور سنوارنے کی جگہ بگاڑنے والے ہوتے ہیں''۔[۳]

اس آیت کے صحیح مفہوم کی تعیین دو طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ قرآن نے جس کتاب آسمانی (زبور) کا حوالہ دیا ہے اس میں دیکھا جائے اور معلوم کیا جائے کہ اس کی عبارتیں صراحتاً یا کنایتاً کس مفہوم پر دلالت کرتی ہیں؟ دوسرے یہ کہ خود قرآن میں مذکورہ آیت کے سیاق وسباق میں غور کیا جائے۔ جہاں تک زبور کا معاملہ ہے اس کے سینتیسویں باب میں ہمیں متعدد مقامات پر

---

[۱] دیکھیے تفسیر ابن کثیر، ۲۰۱/۲، اور تفسیر کی دوسری کتابیں

[۲] ایضاً

[۳] ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، ساہتیہ اکادمی دہلی، طبع اول، ۷۶۳/۴-۷۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'زمین اور وراثت' سے متعلق عبارتیں ملتی ہیں۔ان کے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"تو بدکرداروں کے سبب سے بے زار نہ ہو اور بدی کرنے والوں پر شک نہ کر، کیوں کہ وہ گھاس کی طرح جلد کاٹ ڈالے جائیں گے اور سبزہ کی طرح مرجھا جائیں گے۔ خداوند پر توکل کر اور نیکی کر، ملک میں آباد رہ اور اس کی وفاداری سے پرورش پا۔ خداوند میں مسرور رہ اور وہ تیرے دل کی مراد پوری کرے گا...... (۱-۵) کیوں کہ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے، لیکن جن کو خداوند کی آس ہے ملک کے وارث ہوں گے۔ کیوں کہ تھوڑی دیر میں شریر نابود ہو جائے گا، تو اس کی جگہ کو غور سے دیکھے گا پر وہ نہ ہوگا، لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے اور سلامتی کی فراوانی سے شادماں رہیں گے (۹-۱۱)......صادق کا تھوڑا سا مال بہت سے شریروں کی دولت سے بہتر ہے، کیوں کہ شریروں کے بازو توڑے جائیں گے، لیکن خداوند صادقوں کو سنبھالتا ہے، کامل لوگوں کے ایام کو خداوند جانتا ہے۔ ان کی میراث ہمیشہ کے لیے ہوگی (۱۶-۱۸)......شریر قرض لیتا ہے اور ادا نہیں کرتا، لیکن صادق رحم کرتا ہے اور دیتا ہے، کیوں کہ جن کو وہ برکت دیتا ہے وہ زمین کے وارث ہوں گے اور جن پر وہ لعنت کرتا ہے وہ کاٹ ڈالے جائیں گے (۲۱-۲۲) بدی کو چھوڑ دے اور نیکی کر اور ہمیشہ تک آباد رہ، کیوں کہ خداوند انصاف کو پسند کرتا ہے اور اپنے مقدسوں کو ترک نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں۔ پر شریروں کی نسل کاٹ ڈالی جائے گی۔ صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے (۲۷-۲۹) ......خدا کی آس رکھ اور اس کی راہ پر چلتا رہ اور وہ تجھے سرفراز کرے گا اور زمین کا وارث بنائے گا۔ (۳۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں 'وراثت ارضی' کا تذکرہ کرنے سے قبل نصیحت کی گئی ہے، نیک کاموں کی ترغیب دی گئی ہے۔ صبر، راست بازی اور توکل پر اکسایا گیا ہے اور بدکرداری کے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ وراثت کے ساتھ ابدیت کا تذکرہ بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کسی کو قرار نہیں، کوئی یہاں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وراثت کا تعلق ایسی سرزمین سے ہے جہاں وہ ابدی زندگی گزاریں گے۔

پھر جب ہم قرآن میں آیت مذکور کے سیاق و سباق میں غور کرتے ہیں تو اس سے بھی مفہوم مذکور کی تائید ہوتی ہے۔ اس آیت سے اوپر جو مضمون بیان ہوا ہے وہ آخرت سے متعلق ہے۔ آیت ۹۷ سے آیت ۱۰۰ تک قیامت کی منظر کشی کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے کہ کافر اور ان کے خود ساختہ معبود جہنم کا ایندھن ہوں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ پھر آیت ۱۰۱ سے آیت ۱۰۳ تک نیکوکار لوگوں کا حسن انجام بیان کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۱۰۴ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کا برپا کرنا اور مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لیے ناممکن نہیں ہے، جب کہ ہم انھیں پہلی بار پیدا کر چکے ہیں۔ اس کے بعد زیر بحث آیت ۱۰۵ میں زبور کے حوالے سے فرمایا گیا ہے کہ زمین کے وارث نیک لوگ ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں جس ارض (زمین) کا تذکرہ ہے وہ دنیا کی نہیں، بلکہ جنت کی ہے۔ مولانا مودودیؒ نے آیت کے سیاق و سباق کی وضاحت کرتے ہوئے اور جن لوگوں نے اُسے سیاق و سباق سے کاٹ کر اس کا مفہوم بیان کیا ہے ان پر تنقید کرتے ہوئے بہت اچھی بحث کی ہے۔ لکھا ہے:

> "ہر آیت کے صحیح معنیٰ صرف وہی ہو سکتے ہیں جو سیاق و سباق سے مناسبت رکھتے ہوں۔ اگر یہ غلطی نہ کی جاتی تو آسانی کے ساتھ دیکھا جا سکتا تھا کہ اوپر سے جو مضمون مسلسل چلا آ رہا ہے وہ عالم آخرت میں مومنین صالحین اور کفار و مشرکین کے انجام سے بحث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ اس مضمون میں یکایک اس مضمون کے بیان کرنے کا آخر کون سا موقع تھا کہ دنیا میں وراثت زمین کا انتظام کس قاعدے پر ہو رہا ہے۔

تفسیر کے صحیح اصولوں کو ملحوظ رکھ کر دیکھا جائے تو آیت کا مطلب صاف ہے کہ دوسری تخلیق میں، جس کا ذکر اس سے پہلے کی آیت میں ہوا ہے، زمین کے وارث صرف صالح لوگ ہوں گے اور اس ابدی زندگی کے نظام میں موجودہ عارضی نظام زندگی کی سی کیفیت برقرار نہ رہے گی کہ زمین پر فاسقوں اور ظالموں کو بھی تسلط ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون اس سے زیادہ صریح الفاظ میں سورۂ زمر کے خاتمہ پر بیان کیا گیا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ قیامت اور نفخ صور اول و ثانی کا ذکر کرنے کے بعد اپنی عدالت کا ذکر فرماتا ہے، پھر کفر کا انجام بیان کر کے نیک لوگوں کا انجام یہ بتاتا ہے کہ:

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ...... وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ۔ (الزمر:۷۳-۷۴)

(اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا ...... اور وہ کہیں گے: شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا، اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔)

یہ دونوں آیتیں ایک ہی مضمون بیان کر رہی ہیں اور دونوں جگہ وراثت زمین کا تعلق عالم آخرت سے ہے، نہ کہ اس دنیا سے''[1]

[1] تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، جلد سوم، طبع اول ۱۹۶۳ء، ص ۱۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توریت کے حوالے

۱- یہود پر کیا کیا چیزیں حرام ہیں؟ کب سے حرام ہیں؟ اور کیوں حرام ہیں؟ اس سے متعلق قرآن نے توریت کے حوالے سے متعدد امور بیان کیے ہیں:

(الف) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

(آل عمران:۹۳-۹۵)

(کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محمدی میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں جنھیں توراۃ کے نازل کیے جانے سے پہلے اسرائیل (حضرت یعقوبؑ) نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ ان سے کہو اگر تم اپنے اعتراض میں سچے ہو تو لاؤ توراۃ اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اپنی جھوٹی گھڑی ہوئی باتیں اللہ کی جانب منسوب کرتے رہیں وہی درحقیقت ظالم ہیں۔ کہو اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ تم کو یکسو ہوکر ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہیے اور ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔)

(ب) فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا. وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (النساء:۱۶۰-۱۶۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(غرض ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ
بہ کثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور سود لیتے ہیں جس سے
انھیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے
ہیں، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان
کے لیے حلال تھیں۔ اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے
ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

(ج) وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ
اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ۔ (الانعام:۱۴۶)

(اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر ہم نے سب ناخن
والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی۔ بجز
اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو، یا ہڈی سے
لگی رہ جائے۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزا انھیں دی تھی اور یہ جو
کچھ ہم کہہ رہے ہیں بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔)

پہلی آیت کی شان نزول یہ ہے کہ ''یہود مدعی تھے کہ اصل ملت ابراہیم پر وہ ہیں نہ کہ مسلمان۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں جو باتیں وہ کہتے تھے ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ مسلمانوں نے جو چیزیں جائز کر رکھی ہیں ان میں سے بعض چیزیں ملت ابراہیمی میں حرام ہیں، لیکن مسلمان نہ صرف یہ کہ ان کو جائز رکھتے ہیں، بلکہ ان کے برّ وتقویٰ اور ان کے انفاق وقربانی کا انحصار انہی چیزوں پر ہے۔ ان کا اشارہ اونٹ کے ذبیحہ اور اس کی قربانی کی طرف ہوگا، اس لیے کہ اونٹ عرب کے محبوب ترین اموال میں سے تھا اور یہود کی شریعت میں، جیسا کہ احبار میں وارد ہے، وہ حرام ہے۔ قرآن نے یہاں مناسب موقع پر ان کے اس غلط خیال کی تردید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردی۔ فرمایا کہ جو چیزیں طیبات میں داخل اور کھانے پینے کی ہیں وہ سب ابتدءاً بنی اسرائیل کے یہاں بھی حلال تھیں۔ ازاں جملہ اونٹ بھی ہے۔ البتہ تورات کے نازل ہونے سے پہلے یعقوب علیہ السلام نے بعض چیزیں اپنے اوپر حرام ٹھہرائی تھیں۔ چنانچہ تورات میں دیکھ لو کہ اونٹ یا بعض دوسری چیزیں، جن کو تم حرام قرار دیتے ہو، ان کی حرمت کا کوئی ذکر عہد ابراہیمی میں نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے تو تورات میں ملتا ہے"۔[1]

توریت کی کتاب پیدائش (۹:۳) میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی سے اترنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کے متبعین سے فرمایا: "وہ سب جیتے چلتے جانور تمھارے کھانے کے لیے ہیں۔ میں نے ان سب کو نباتات کی مانند تمھیں دیا ہے"۔

معلوم ہوا کہ تمام جانور حضرت نوح علیہ السلام ہی کے عہد سے حلال تھے۔ وہ عہد ابراہیمی میں بھی حلال رہے اور بعد میں بھی"۔[2]

---

۱ تدبر، اول، ص ۴۵

۲ مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے: "نزول توراۃ سے صدیوں پہلے حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام نے بعض چیزوں کا استعمال چھوڑ دیا تھا اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی ان چیزوں کی تارک رہی، حتیٰ کہ یہودی فقہاء نے ان کو باقاعدہ حرام سمجھ لیا اور ان کی حرمت توراۃ میں لکھ لی۔ ان اشیاء میں اونٹ اور خرگوش اور سافان شامل ہیں۔ آج بائبل میں توراۃ کے جو اجزاء ہم کو ملتے ہیں ان میں ان تینوں چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے (احبار، ۱۱: ۴-۶، استثناء، ۱۴: ۷) لیکن قرآن مجید میں یہودیوں کو جو چیلنج دیا گیا تھا "لاؤ توراۃ اور دکھاؤ یہ چیزیں کہاں حرام لکھی ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ توراۃ میں ان احکام کا اضافہ اس کے بعد کیا گیا ہے، کیوں کہ اگر اس وقت توراۃ میں یہ احکام موجود ہوتے تو بنی اسرائیل فوراً لاکر پیش کردیتے"۔ (تفہیم القرآن، اول، ص ۵۹۴) راقم کے نزدیک مولانا کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے، کیوں کہ "لاؤ توراۃ اور دکھاؤ" کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دکھاؤ، تورات میں ان کی حرمت کہاں بیان ہوئی ہے؟ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم ملت ابراہیمی میں ان کی حرمت کے مدعی ہو تو دکھاؤ توریت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ عہد ابراہیمی سے حرام ہیں؟ اس لیے یہ فرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ان کی حرمت سے متعلق احکام کا اضافہ توریت میں عہد نبوی کے بعد کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موخر الذکر دونوں آیتوں میں بنی اسرائیل پر حرام کی جانے والی اشیاء کا تذکرہ ہے۔ پہلی آیت میں بہ طور اجمال بیان کیا گیا ہے کہ بعض پاک اور حلال چیزیں بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے ان پر حرام کر دی گئیں۔ دوسری آیت میں ان محرمات کی تفصیل مذکور ہے۔ توریت میں ان چیزوں کی حرمت کی صراحت ملتی ہے:

> ''یہ تمھاری سب سکونت گاہوں میں نسل در نسل ایک دائمی قانون رہے گا کہ تم چربی یا خون مطلق نہ کھاؤ''۔ (احبار، باب ۳:۱۷)
>
> ''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا: بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ تم لوگ نہ بیل کی نہ بھیڑ کی اور نہ بکری کی کچھ چربی کھانا''۔ (احبار، باب ۷:۲۲-۲۳)

اسی طرح احبار ۱۱:۱۶-۱۸ اور استثناء ۱۴: ۱۴-۱۶ میں ناخن والے جانوروں کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

ان چیزوں کی حرمت یہود کے لیے تشریعی طور پر تھی یا خود یہود نے اپنے طور پر انھیں حرام کر لیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی سرکشی کی وجہ سے انھیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہنے دیا۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کا احتمال ہے۔[۱] مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور مولانا مودودیؒ ان کی حرمت کو تشریعی نہیں مانتے۔ مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

> ''توریت میں ملت ابراہیمی کے خلاف جن طیبات کو حرام ٹھہرایا گیا ہے وہ تین قسم کی ہیں: ایک تو وہ ہیں جو محض یہود کے فقہاء کی تحلیل و تحریم اور ان کی موشگافیوں کی پیدا کردہ ہیں۔ انھوں نے اپنے فتویٰ کے تحت کسی چیز کو حرام ٹھہرایا اور بعد میں ان کا یہی فتویٰ تورات میں شامل ہو کر اس کا ایک جز بن گیا...... دوسری وہ ہیں جو

---

[۱] تفسیر ابن کثیر، ۱/۵۸۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود کی سرکشی ان کی کٹ حجتی اور ان کی سوال بازی کے سبب سے حرام ہوئیں۔ انھوں نے کسی چیز کے متعین کرانے میں اتنے سوال اٹھائے کہ ان کے لیے جواز کی راہ تنگ سے تنگ ہوتی چلی گئی اور اچھی بھلی طیب و طاہر چیزیں بھی ان کے لیے حرام ہو کر رہ گئیں۔ تیسری وہ ہیں جن سے احتراز و اجتناب کا تصور ان کے ہاں بزرگوں سے چلا آرہا تھا، مثلاً بعض چیزیں حضرت یعقوبؑ کسی احتیاط یا محض طبعی و ذوقی عدم مناسبت کی بنا پر نہیں استعمال کرتے تھے۔ یہود نے اس طرح کی چیزوں کا سرا حضرت ابراہیمؑ سے ملا دیا اور ان کی حرمت بھی تورات کی محرمات کی فہرست میں شامل ہو گئی"۔[1]

اور مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت سے جب یہودیوں نے بغاوت کی اور آپ اپنے شارع بن بیٹھے تو انھوں نے بہت سی پاک چیزوں کو اپنی موشگافیوں سے خود حرام کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر انھیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہنے دیا۔ ان اشیاء میں ایک تو ناخن والے جانور شامل ہیں، یعنی شتر مرغ، قاز، بط وغیرہ، دوسرے گائے اور بکری کی چربی۔ بائبل میں ان دونوں قسم کی حرمتوں کو احکام توراۃ میں داخل کر دیا گیا ہے۔ (احبار، ۱۱:۱۶-۱۸، استثناء، ۱۴:۱۴-۱۶، احبار، ۳:۱۷، ۷:۲۲-۳۲) لیکن سورۂ نساء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں توراۃ میں حرام نہ تھیں، بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد حرام ہوئی ہیں اور تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ موجودہ یہودی شریعت کی تدوین دوسری صدی عیسوی کے آخر میں ربی

---

[1] تدبر قرآن، اول، ص ۷۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہوداہ کے ہاتھوں مکمل ہوئی ہے"۔[1]

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان چیزوں کی حرمت تشریعی ہے۔ لکھتے ہیں:

"جب کسی جماعت میں راست بازی اور پرہیزگاری باقی نہیں رہتی تو مباح اور جائز باتوں کا بھی استعمال اس طرح کرنے لگتی ہے کہ طرح طرح کی برائیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس وقت مصلح کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ سداًللذریعہ ان جائز باتوں کو بھی عارضی طور پر روک دے، چنانچہ یہودیوں کی بے لگام طبیعت کا یہی حال تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کتنی ہی حلال چیزیں، جن کے لیے پہلے کوئی روک ٹوک نہ تھی، مصلحتاً روک دی گئیں۔ یہاں اسی معاملہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے"۔[2]

"یہودیوں کو ناخن والے جانوروں اور گائے بکری کی چربی کے استعمال سے روک دیا گیا تھا، مگر اس لیے نہیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں، بلکہ اس لیے کہ یہودیوں کی بے قید اور ناہموار طبیعتوں کی زجرو توبیخ کے لیے ضروری تھا کہ عارضی طور پر بعض مباحات روک دی جائیں"۔[3]

علامہ رشید رضا مصریؒ[4] اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ[5] کا بھی یہی خیال ہے۔

---

[1] تفہیم القرآن، اول، طبع نمبر ۱۸، ۱۹۷۵ء، ص ۵۹۴-۵۹۵

[2] ترجمان القرآن، ۲/۵۷۰

[3] ایضاً، ۲/۱۰۲۔ مزید دیکھیے، ۲/۳۳۳-۳۳۴

[4] تفسیر المنار، رشید رضا مصری، مکتبۃ المنار، ۶/۶۰-۶۱

[5] تفسیر ماجدی، مولانا عبدالماجد دریابادی، تاج کمپنی، پاکستان، ص ۲۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم کے نزدیک توریت اور قرآن دونوں کے واضح اور صریح اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت میں مذکورہ چیزوں کی حرمت، جن کا قرآن نے حوالہ دیا ہے، خواہ اس کے اسباب جو بھی رہے ہوں، اللہ تعالیٰ کی جانب سے تشریعی طور پر تھی۔ تدوین توراۃ کی تاریخ دوسری صدی عیسوی قرار دے کر مذکورہ بالا چیزوں کی حرمت کو بعد کا اضافہ بتلانا صحیح نہیں۔

(۲) سورہ المائدۃ میں ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ۔ (المائدۃ:۴۳)

(اور یہ تمھیں کیسے حَکَم بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے اور پھر یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔)

اس آیت میں اللہ کے رسول ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ان یہودیوں کی سرزنش کی گئی ہے جنھوں نے آپؐ کے اس فیصلہ کو، جو خود انہی کی آسمانی کتاب توریت پر مبنی تھا، قبول نہیں کیا تھا۔ وہ فیصلہ کیا تھا؟ اس کا علم مذکورہ آیت کی شانِ نزول میں مروی احادیث اور روایات سے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کے بعد یہودیوں کے ایک معزز خاندان میں سے ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان زنا ہوا۔ زنا کا حکم توریت میں رجم تھا، لیکن ان یہودیوں نے اس سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ ترکیب سوچی کہ اس کا فیصلہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ سے کرائیں، پھر اگر وہ رجم کے علاوہ کوئی کم درجے کی سزا (مثلاً کوڑے لگانا یا منہ کالا کرنا وغیرہ) دیں تو اسے یہ کہہ کر قبول کرلیں کہ اللہ کے ایک نبی نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اگر وہ بھی رجم ہی کا فیصلہ کریں تو اسے قبول کرنے سے انکار کردیں۔ بالآخر وہ مقدمہ آپؐ کے سامنے لایا گیا۔ آپؐ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تمھارے مذہب میں زنا کی سزا کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم زنا کرنے والے کا منہ کالا کرکے رسوا کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم لوگ جھوٹے ہو، تمھاری کتاب توریت میں رجم کا حکم ہے''۔ پھر آپؐ نے توریت لانے کا حکم دیا۔ توریت لائی گئی اور ساتھ ہی ایک قاری کو بلایا گیا۔ اس نے توریت کا ایک حصہ پڑھا اور جب آیت رجم پر پہنچا تو اس پر ہاتھ رکھ لیا (اور اُسے نہیں پڑھا) آپؐ نے فرمایا: ہاتھ اُٹھاؤ (اور اس جگہ پڑھو) اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم تھی۔ اس پر ان یہودیوں نے اعتراف کیا کہ ہاں توریت میں آیت رجم ہے، لیکن ہم لوگوں نے اُسے چھپا رکھا تھا اور اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔[1]

قرآن نے مذکورہ آیت میں توریت کے جس حکم کا حوالہ دیا ہے کیا وہ موجودہ توریت میں بھی موجود ہے؟ اس کا جواب حاصل کرنے کے لیے جب ہم کتاب مقدس کی ورق گردانی کرتے ہیں تو کتاب استثناء، باب ۲۲ کی مختلف آیتوں میں زنا کی مختلف صورتوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر پاتے ہیں۔ مثلاً:

> ''اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔ یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی دفع کرنا''۔ (آیت ۲۲)
>
> ''اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پاکر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا۔ اور ان کو تم سنگ سار کردینا کہ وہ مرجائیں۔ لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہم سایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ۲/۵۸، تفسیر المنار، ۶/۳۸۵، تفہیم القرآن، ۱/۴۷۲ وغیرہ۔ ابن کثیر نے اس واقعہ سے متعلق احادیث موطا، بخاری، مسلم، ابوداؤد کے واسطے سے نقل کی ہیں۔ احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا''۔ (آیات: ۲۳-۲۴)

''پر اگر اس آدمی کو وہی لڑکی جس کی نسبت ہو چکی ہو کسی میدان یا کھیت میں مل جائے اور وہ آدمی جبراً اس سے صحبت کرے تو فقط وہ آدمی جس نے صحبت کی مار ڈالا جائے، پر اس لڑکی سے کچھ نہ کہنا ...... کیوں کہ وہ لڑکی اسے میدان میں ملی اور وہ منسوبہ لڑکی چلائی بھی۔ پر وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو اُسے چھڑاتا''۔ (آیات ۲۵-۲۷)

ان کے علاوہ زنا کے کچھ احکام کتاب استثناء، ۲۰: ۱۰، ۲۰: ۲۷ (اور عہد نامہ جدید کے یوحنا ۸: ۴-۶) میں بھی مذکور ہیں۔

(۳) سورۂ مائدہ میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (المائدۃ: ۴۵)

(توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ، پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔)

اللہ تعالیٰ یہود کی سرکشی و نافرمانی اور احکام الٰہی سے اعراض کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان پر قانون قصاص عائد کیا تھا، مگر انھوں نے خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے اس میں من مانی ترمیمات کر لیں۔ یہ قانون قصاص اب بھی عہد نامہ قدیم میں مختلف مقامات پر مذکور ہے مثلاً:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ''۔ (خروج، باب ۲۱: ۲۳-۲۵)

''اور جو کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے''۔ (احبار، باب ۲۴: ۱۷)

''اور اگر کوئی شخص اپنے ہم سایہ کو عیب دار بنادے تو جیسا اس نے کیا ویسا ہی اس سے کیا جائے۔ یعنی عضو توڑنے کے بدلے عضو توڑنا ہو اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، جیسا عیب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کردیا ہے ویسا ہی اس میں بھی کردیا جائے''۔ (احبار، باب ۲۴: ۱۹-۲۰)

''اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے، جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو''۔ (استثناء، باب ۱۹: ۲۱)

سابقہ امتوں میں روزہ کی فرضیت

سورۂ البقرۃ میں ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (البقرۃ: ۱۸۳)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کردیے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔)

اس آیت میں اہل ایمان سے خطاب کر کے انھیں بتایا گیا ہے کہ ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح ان سے پہلے کی امتوں پر فرض کیے گئے تھے۔ پہلے کی امتوں سے مراد مفسرین کے نزدیک اہل کتاب ہیں، جیسا کہ بعض روایات میں بھی مذکور ہے[1] البتہ وجہ تشبیہ میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح اس امت پر رمضان کے روزے فرض کیے گئے ہیں اسی طرح گزشتہ امتوں (یہود اور نصاریٰ) پر بھی رمضان کے روزے فرض کیے گئے تھے، لیکن بعد میں انھوں نے ان میں تبدیلی کر لی[2] بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ تشبیہ صرف وجوب میں ہے۔

کتاب مقدس کے دونوں عہد ناموں میں اب بھی وجوب روزہ کے حوالے ملتے ہیں۔ بعض صحیفوں میں اشارۃً اور بعض میں صراحتاً۔ مثلاً:

> ''اور یہ تمھارے لیے ایک دائمی قانون ہو کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تم اپنی جان کو دکھ دینا اور اس دن خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جو تمھارے بیچ بود و باش رکھتا ہو کسی طرح کا کام نہ کرے...... تم اس دن اپنی اپنی جان کو دکھ دینا''۔ (احبار، باب ۱۶: ۲۹-۳۱)
>
> پھر اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تمھارا مقدس مجمع ہو۔ تم اپنی اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا''۔ (گنتی، باب ۲۱: ۷)

کتاب مقدس کی مذکورہ بالا آیات میں لفظ 'دُکھ' سے مراد، جیسا کہ علماء کہتے ہیں، روزہ ہے۔ قدیم صحیفوں میں روزہ کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا تھا[3] بعد کے صحیفوں میں صراحت کے ساتھ روزہ کا تذکرہ ہے:

> ''یرمیاہ نے باروک کو حکم دیا اور کہا...... تو جا اور خداوند کا وہ کلام جو تو نے میرے منہ سے اس طومار میں لکھا ہے، خداوند کے گھر میں

---

[1] فتح القدیر، ۱/۱۸۱

[2] فتح القدیر، ۱/ ۱۷۹-۱۸۱۔ بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی، تاج پبلشرز، دہلی، ص ۱۰۳

[3] ماہ نامہ معارف، اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۱۹، مضمون 'قرآن میں بائبل کے حوالے' از سعید انصاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ کے دن لوگوں کو پڑھ کر سنا"۔ (یرمیاہ، باب ۳۶: ۵-۶)

"سموئیل نے کہا کہ سب اسرائیل کو مصفاہ میں جمع کرو اور میں تمھارے لیے خداوند سے دعا کروں گا۔ سو وہ سب مصفاۃ میں فراہم ہوئے اور پانی بھر کر خداوند کے آگے انڈیلا اور اس دن روزہ رکھا"۔ (سموئیل اول، باب ۷: ۵-۶)

"اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ، کیوں کہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں، تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو۔ تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے"۔ (متی، باب ۶: ۱۶-۱۷)

"اور یوحنا کے شاگرد اور فریسی روزہ سے تھے۔ انھوں نے آکر اس سے کہا: یوحنا کے شاگرد اور فریسیوں کے شاگرد تو روزہ رکھتے ہیں، لیکن تیرے شاگرد روزہ کیوں نہیں رکھتے ہیں؟ یسوع نے ان سے کہا: کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے، روزہ رکھ سکتے ہیں؟ جس وقت تک دولہا ان کے ساتھ ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا، اس وقت وہ روزہ رکھیں گے"۔ (مرقس، باب ۲: ۱۸-۲۰، نیز لوقا، باب ۵: ۳۳-۳۵)

روزہ کا مقصد پچھلی امتوں کے لیے بھی یہی تھا کہ ان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔ لیکن بعد میں ان میں روزے محض کسی بلا کو دفع کرنے یا کسی روحانی کیفیت کو حاصل کرنے کے لیے رکھے جانے لگے۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

"قدیم زمانہ میں روزہ یا تو بہ طور علامت ماتم کے رکھا جاتا تھا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا جب کوئی خطرہ درپیش آتا تھا، یا جب سالک اپنے میں قبول الہام کی استعداد پیدا کرنا چاہتا تھا"۔[1]

توریت اور انجیل میں حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کی تمثیل

سورہ الفتح میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً۔ (الفتح:۲۹)

(محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع وسجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوش نودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے، سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت توراۃ میں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے، کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے، تا کہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ، جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور

---

[1] جیوش انسائیکلوپیڈیا، جلد ۵، ص ۳۴۷، بہ حوالہ تفسیر ماجدی، جلد اول، ص ۶۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔)

اس آیت میں اللہ کے رسول ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کی ایک ایک تمثیل توریت اور انجیل کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔توریت کے حوالے سے جو تمثیل بیان ہوئی ہے کیا وہ موجودہ عہد نامہ قدیم میں موجود ہے؟ یہ جاننے کے لیے جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں اس قسم کی کوئی تمثیل نہیں ملتی۔ البتہ متعدد علماء اور مفسرین نے کتاب استثناء کی درج ذیل عبارت کو اس کا مصداق قرار دیا ہے:

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت ہے۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے۔ ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا''۔ (استثناء، باب ۳۳: ۲-۳)

البتہ انجیل کی جس تمثیل کا حوالہ دیا گیا ہے، عہد نامہ جدید میں اس سے ملتی جلتی تمثیل متعدد مقامات پر ملتی ہے۔ مثلاً متی، لوقا اور مرقس تینوں انجیلوں میں درج ذیل تمثیل مذکور ہے:

''اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس دانے کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بودیا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے، مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آ کر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں''۔ (متی، باب ۱۳: ۳۱-۳۲، لوقا، باب ۱۳: ۱۸-۱۹، مرقس، باب ۴: ۳۰-۳۲)

مرقس میں ہے:

''اور اس نے کہا: خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے۔ زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی پھر بالیں پھر بالوں میں تیار دانے، پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے، کیوں کہ کاٹنے کا وقت آپہنچا"۔ (مرقس، باب۴: ۲۶-۲۹)

توریت وانجیل میں نبی امی ﷺ کا تذکرہ

سورۂ اعراف میں ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ وَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ۔ (الاعراف: ۱۵۶-۱۵۷)

(میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔ (پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر نبی امی ﷺ کی پیروی اختیار کریں گے جس کا ذکر انھیں اپنے یہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت ان تمام لوگوں کے لیے وسیع ہے جو تقویٰ، زکوٰۃ اور ایمان بالآیات کے ساتھ ساتھ اس نبی امی کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں جس کا تذکرہ اپنی کتابوں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد سے لے کر مسلمانوں کی آج تک کی تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمانوں سے دشمنی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ اس کے باوجود قرآن کے بیان کے مطابق آج بھی یہودی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائی آسمانی نوشتوں میں ہزارہا تحریفات کے علی الرغم نبی ﷺ سے متعلق بشارتیں موجود ہیں۔ متعدد علماء اور مصنفین نے اس قسم کی بشارتیں اپنی تصنیفات میں جمع کردی ہیں۔[1] مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے آیت مذکور کی تفصیل میں جو کچھ لکھا ہے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس میں انھوں نے اجمال کے ساتھ آں حضرت ﷺ سے متعلق توریت اور انجیل کی بشارتوں کو جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"تحریف و تصحیف کے بعد بھی یہ حوالے مروجہ توریت وانجیل سے اب تک نہ ڈھل سکے، چنانچہ توریت میں ہے: "خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا" "تم اس کی طرف کان دھریو" (استثناء، ۱۸:۱۵) اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا، میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منھ میں ڈالوں گا" (استثناء، ۱۸:۱۸) دونوں آیتوں میں بنی اسرائیل کے 'بھائیوں' سے مراد ظاہر ہے کہ بنی اسماعیل ہی ہو سکتے ہیں۔ "خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی" (استثناء، ۳۳:۲) آتشی شریعت بھی ہمارے ہی رسول کی تھی، فتح مکہ کے وقت آپ ہی داخل ہوئے۔ شہر میں دس ہزار پاک نفس صحابہ (قدسیوں) کے جلو میں اور سینا (حضرت موسیٰ) اور سعیر (حضرت عیسیٰ) کی نبوتوں کے بعد فاران سے جو نور نبوت جلوہ گر ہوا وہ بھی ہمارے ہی نبی کا تھا (فاران مکہ کے ایک

---

[1] مثلاً دیکھیے البیان فی علوم القرآن، مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی، دارالاشاعت تفسیر حقانی دہلی، ۱۹۳۲ء، ص ۵۳۳، ۵۴۷، بشریٰ، مولانا عنایت رسول چریا کوٹی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہاڑ کا نام ہے) ”اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی، دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا، اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے، میں اُسے ایک بہت بڑی قوم بناؤں گا“ (پیدائش، ۱۲:۱۷) حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے حق میں یہ سارے وعدے ہمارے رسول اکرم ﷺ کی ذات سے جا کر پورے ہوئے ہیں۔ ”یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے پاس سے جاتا رہے گا جب تک وہ نہ آئے جو بھیجا جانے والا ہے۔ اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی“ (پیدائش، ۱۰:۴۹) زیر خط عبارت کا ترجمہ رومن کیتھولک بائبل یعنی (WERSIONDOWEY) کے مطابق ہے۔ دنیا کی مختلف قومیں ہمارے رسول ہی کے عَلَم کے نیچے جمع ہوئیں، وہی نبی مرسل تھے، انہی کے بعد سے یہود کا اقتدار نمایاں اور دیرپا طور پر ختم ہوگیا۔ اور داؤد کے ایک نغمے میں ہے: ”میں ساری پشتوں کو تیرا نام دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستائش کریں گے“ (زبور، ۱۷:۴۵) ستائش ہی کو عربی میں محمدت کہتے ہیں۔ اسم محمد صاف ترجمہ ہے ستودہ کا۔ ”دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اس پر رکھی، وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا۔ اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے گا اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں گے“ (یسعیاہ، ۴۲:۱-۴) یہ 'میرا بندہ' (عبدهٗ ورسولهٗ) اور 'میرا برگزیدہ' (مصطفیٰ) 'جس کا زوال نہ ہوگا' (خاتم النبیین) صاف ہمارے ہی رسول اکرم ﷺ ہیں، جن کی شریعت بحری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممالک تک پھیلی ہوئی ہے......

اور انجیل میں ہے: ''یسوع نے ان سے کہا کہ کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے، اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے، مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا''۔ (متی، ۲۱: ۴۲-۴۴)

جس پتھر کو اسرائیلیوں (معماروں) نے ہمیشہ رد کیا وہ اسماعیلی تھی۔ آخر میں اسی اسماعیلی نسل کے ایک فرد کو نبوت ملی اور نبوت بھی اس شان کی کہ یہود ونصاریٰ جو بھی اس سے ٹکرائے چور چور ہو کر رہ گئے۔ یسوع مسیح شہر یروشلم کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ ''جب تک عالم بالا سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو'' (لوقا، ۲۴: ۴۹) جب تک ہمارے حضور کا نزول اجلال نہ ہولیا تقدس شہر یروشلم ہی کا قائم رہا اور اس کے بعد کعبہ (واقع شہر مکہ) کی جانب منتقل ہوا۔ حضرت یحییٰ کے ظہور کے بعد ''جب یہودیوں نے یروشلم کے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انھوں نے اس سے پوچھا: پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے۔ اس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں'' (یوحنا، ۱: ۱۹-۲۱) ''انھوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے اور نہ الیاہ اور نہ وہ نبی تو پھر بتپسمہ کیوں دیتا ہے؟'' (یوحنا، ۱: ۲۵) یہ صاف اس حقیقت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراف ہے کہ علاوہ مسیح کے ایک اور نبی 'وہ نبی' (النبی) کی معلوم و معروف ہستی کا انتظار یہود کو عرصے سے تھا: ''پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا: بے شک یہی وہ نبی ہے۔ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے'' (یوحنا، ۷:۴۰) ثبوت مزید اس امر کا کہ علاوہ مسیح کے ایک اور نبی موعود (النبی) کا انتظار ہو رہا تھا: ''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار (یا وکیل یا شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمھارے ساتھ رہے'' (۱:۱۴) ''جب وہ مددگار (یا وکیل یا شفیع) آئے گا جس کو میں تمھارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا'' (۱۵:۲۶) یہ ابد تک ساتھ رہنے والا اور حضرت مسیح کی تصدیق کرنے والا بجز خاتم المرسلین کے، جنھوں نے آ کر حضرت مسیح کی تصدیق کی، اور کون ہوسکتا ہے؟ یہ حوالے ان نام نہاد 'اناجیل اربعہ' کے تھے جو مسیحی کلیسا میں آج بھی مسلّم ہیں، باقی انجیل برنابا تو وہ اس سے کہیں زیادہ اور کھلی ہوئی تصریحات سے لبریز ہے''۔[1]

اس مضمون میں ان تمام حوالوں کا استقصاء نہیں کیا گیا ہے جو قرآن کریم میں صحف سماوی سے متعلق پائے جاتے ہیں، محض چند مثالیں دی گئی ہیں۔ اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ صحف سماوی میں باوجود ہزارہا تحریفات کے اب بھی حکمت و معرفت کے جواہر پوشیدہ ہیں۔ قرآن اور دوسری آسمانی کتابیں ایک ہی سرچشمے سے نکلی ہیں، اس لیے فہم قرآن میں ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

---

[1] تفسیر ماجدی، تاج کمپنی (پاکستان)، ص ۳۶۰، ۳۶۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تورات پر تنقید کی قرآنی اصطلاحات ☆

قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ ہے کہ اس میں بہت سے ایسے علوم کی بنیادیں موجود ہیں جو صدیوں کے بعد دریافت ہوئے ہیں۔ ان علوم میں سے ایک علم 'تقابلِ ادیان' ہے۔ ان بنیادوں پر مسلم اصحابِ علم نے ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں، جو آج تک محققین کے لیے مینارۂ نور بنی ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر 'تقابلِ ادیان' کے موضوع پر سب سے پہلے نوبختی (م ۲۰۲ھ) نے کام کیا اور 'الآراء والديانات' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ مسعودی (م ۳۶۰ھ) کی اس موضوع پر دو کتابیں ہیں۔ اس موضوع پر مسبحی (م ۴۲۰ھ) کی کتاب 'درك البغية في وصف الأديان والعبادات' تین ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ ابو منصور بغدادی (م ۴۲۹ھ) نے بھی اس موضوع کو اپنایا ہے اور 'الملل والنحل' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس موضوع پر ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ) کی دائرۃ المعارف 'الفصل في الملل والأهواء والنحل' کا شمار ان اہم ترین تحقیقات میں ہوتا ہے، جن میں مختلف مذاہب کا کسی حد تک معروضی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ شہرستانی (م ۵۴۸ھ) کی کتاب 'الملل والنحل' اور نجم الدین بغدادی طوفی (م ۷۱۶ھ) کی کتاب 'الانتصارات الاسلامية' بھی شہرت رکھتی ہیں۔

ان اصحابِ علم و تحقیق میں سے بیش تر نے اپنے مطالعات کی بنیادیں قرآن کریم سے حاصل کی ہیں اور انھیں اس قسم کے مطالعات میں مغرب پر سبقت

☆ یہ مضمون اصلاً ایک عربی مضمون کا، کسی قدر تلخیص کے ساتھ ترجمہ ہے۔ اس کے مصنف ڈاکٹر محمد جلاء ادریس استاد بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد (پاکستان) ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے اہلِ مغرب کو مطالعۂ مذاہب کی جانب متوجہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر مغرب میں کتابِ مقدس (بائبل) کی تاریخی تنقید کا آغاز منہجی طور پر سترہویں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔ اس کا سہرا یہودی فلسفی 'باروخ اسپنوزا' (م ۱۶۷۷ء) کے سر جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ شرقاوی نے اپنی ایک تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ یہ یہودی فلسفی اس میدان میں غرناطہ کے ایک یہودی عالم ابراہام بن عذرا سے متاثر تھا اور ابراہام نے اس علم میں ابنِ حزمؒ (جن کا زمانہ اس سے سو سال پہلے کا ہے) کی تحریروں کا واضح اثر قبول کیا ہے۔ گویا ابراہام فکری اعتبار سے ابن حزم اور اسپنوزا کے درمیان ایک کڑی ہے۔ اس کا اشارہ اس سے ملتا ہے کہ ابن حزم اور اسپنوزا کے افکار میں بہت مشابہت ہے۔

ڈاکٹر شرقاوی نے لکھا ہے:

> ”کہا جاسکتا ہے کہ ابن حزم نے اپنی کتاب میں جو بحثیں کی ہیں، اسپنوزا نے اپنی داخلی تنقید میں انہی کی تلخیص کردی ہے اور انھیں نئی ترتیب و تنسیق سے اور زیادہ گہرائی کے ساتھ بیان کردیا ہے، پھر ان سے وہی نتائج نکالے ہیں جو ابن حزم بیان کرچکے ہیں، بلکہ بسا اوقات ان نتائج کا تذکرہ ابن حزم اندلسی ہی کی عبارت جیسی عبارت میں کیا ہے“۔[1]

عہد نامہ قدیم کے نصوص کے تنقیدی مطالعہ کی بعض کوششیں ماضی قریب میں ہوئی ہیں۔ مثلاً پندرہویں صدی میں اسپین کے پادری توستاتوس نے بعض نصوص کے الحاقی اور وضعی ہونے کا انکشاف کیا تھا۔ سولہویں صدی میں بودنشتین نے ۱۵۲۰ء میں اعلان کیا کہ اسفارِ خمسہ (عہد نامہ قدیم کی ابتدائی پانچ کتابوں) کا مؤلف کوئی غیر معروف شخص ہے۔ سترہویں صدی میں بعض علمائے جزویت مثلاً بریرا نے پورے عہد نامۂ قدیم اور خاص طور پر اس کے اسفارِ خمسہ میں بعض نصوص

[1] محمد عبداللہ الشرقاوی، منہج نقد النص بین ابن حزم الاندلسی واسپینوزا، دار الفکر العربی، قاہرہ ۱۹۹۳ء، ص ۷۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وضع ہونے کی نشان دہی کی ہے۔ اسی صدی میں رچرڈ سیمون کی بھی اس موضوع پر متعدد تحریریں ہیں۔[1] عہد نامۂ قدیم کے نصوص کے تنقیدی مطالعہ کی مذکورہ اور ان کے بعد ہونے والی کوششوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان نصوص کے سلسلہ میں قرآن کا اختیار کردہ نقطۂ نظر بالکل صحیح تھا۔

اس مقالہ میں ہماری کوشش ہوگی کہ قرآن نے تورات کے نصوص پر تنقید کے سلسلے میں جو اصطلاحات استعمال کی ہیں، مختلف تفاسیر کی روشنی میں ان کی وضاحت کریں، پھر عہد نامۂ قدیم کے نصوص سے ان کی دلیل پیش کریں۔ ان نصوص کا انتخاب اکثر مقامات پر عہد نامۂ قدیم کے براہِ راست مطالعہ کے ذریعے کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں سابقہ مطالعات، جن میں تحریف و تناقض کے حوالے سے بعض نصوص پیش کیے گئے ہیں، ان پر اعتماد نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ ان میں زیادہ تر معروضیت کے بجائے جذباتیت غالب ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ مختلف اور متنوع شواہد پیش کیے جائیں اور تناقض کی وضاحت کے لیے خود عہد نامۂ قدیم کے نصوص کا باہم تقابل کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہوسکا ہے، ان نصوص کے سلسلے میں مغربی اصحابِ علم کی آراء کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

تورات پر تنقید کے قرآنی موقف کے سلسلے میں سب سے اہم اور نمایاں چیز وہ اصطلاحات ہیں جو اس مسئلہ میں قرآن کریم میں وارد ہوئی ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند اہم اصطلاحات کی وضاحت کی جارہی ہے۔

۱- تحریف

تورات کے سلسلے میں یہود پر تنقید کرتے ہوئے قرآن نے ایک اصطلاح 'تحریف' کی استعمال کی ہے۔ یہ اصطلاح قرآن کے متعدد مقامات پر آئی ہے۔

---

[1] محمد عبداللہ الشرقاوی، مقارنۃ الادیان: بحوث ودراسات، دارالھدایۃ قاہرہ، ص ۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند آیات درج ذیل ہیں:

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ (البقرۃ:۷۵)

(اے مسلمانو! اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے؟ حالاں کہ ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔)

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ۔ (النساء:۴۶)

(جن لوگوں نے یہودیت کا طریقہ اختیار کیا ہے ان میں کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور دینِ حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں 'سمعنا و عصینا' اور 'اسمع غیر مسمع' اور 'راعنا'۔)

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ۔ (المائدۃ:۴۱)

(اے پیغمبر! تمھارے لیے باعثِ رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں، خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منھ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے، یا ان میں سے ہوں جو یہودی ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کان لگاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمھارے پاس
کبھی نہیں آئے، سن گن لیتے پھرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے الفاظ کو
ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنٰی سے پھیرتے ہیں۔)

'تحریف' لغت میں پھیر دینے کو کہتے ہیں۔ حرّف الکلام یعنی بات کو اس کے معنٰی سے پھیر دیا۔[1] تحریف کے لغوی معنٰی ٹیڑھا کرنا کے بھی آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے قلم محرّف یعنی وہ قلم جس کا قط ٹیڑھا ہو۔ تحریف الکلم عن مواضعہ کا مطلب ہے کسی بات کا مفہوم بدل دینا۔[2]

یہود تورات میں کس طرح کی تحریف کرتے تھے اور اس سلسلے میں وارد آیات کا کیا مفہوم ہے؟ مفسرین کی تشریحات سے اس کے متعدد پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۷۵ کی تفسیر میں خازنؒ نے لکھا ہے کہ ارشادِ باری کا مطلب یہ ہے کہ یہود اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کا کلام بالکل صحیح ہے اور اس میں کیا بات کہی گئی ہے، اس کے باوجود وہ اس میں حسبِ منشا تبدیلی کر دیتے تھے اور انھیں بہ خوبی معلوم تھا کہ انھوں نے غلط کیا ہے اور وہ جھوٹے ہیں۔[3]

۔ اسی آیت کی تفسیر میں طبریؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ ''تحریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں حلال کو حرام، حرام کو حلال، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دیتے تھے۔ کسی معاملے میں دو آدمی ان کے پاس فیصلہ کرانے آتے تو جو شخص حق پر ہوتا اور وہ انھیں بہ طورِ رشوت کچھ دیتا تو اللہ کی کتاب کی روشنی میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتے اور اگر دوسرا شخص انھیں رشوت دیتا تو اسی کتاب کے ذریعہ اسے صاحبِ حق قرار دیتے تھے۔ یُحَرِّفُوْنَہٗ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا مفہوم بدل دیتے

---

[1] المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ، بدون تاریخ، طبع دوم، ۱/۴۴

[2] ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، بدون تاریخ، ۹/۴۳

[3] لباب التاویل فی معانی التنزیل معروف بہ تفسیر خازن۔ مصطفٰی البابی الحلبی، مصر ۱۹۵۵ء، طبع دوم، ۱/۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اس کی اصل انحراف ہے، جس کے معنٰی ہیں ایک طرف سے دوسری طرف پھر جانا''۔[1]

آلوسیؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ ''وہ تورات سن کر حسبِ منشا اس کی غلط تاویل کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی خیال ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ تحریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے کلامِ الٰہی میں تبدیلی کر دیتے تھے، جیسا کہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکور اوصاف کے سلسلے میں کیا''۔[2]

صاحب المنار نے بھی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ ''کلامِ الٰہی میں تحریف کا مطلب تاویل کر کے اسے اس کے صحیح مفہوم سے پھیر دینا ہے''۔[3]

رہی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۶ تو اس کی تفسیر میں طبریؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ ''تحریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلامِ الٰہی کی تاویل کر کے اس کے اصل مفہوم میں تبدیلی کر دیتے ہیں''۔[4]

اس آیت کی تفسیر میں آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ ''تحریفِ کلام کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ تورات کے بعض مقامات سے بعض عبارتیں ہٹا دیتے تھے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ عبارت میں تو کوئی تبدیلی نہ کرتے تھے، لیکن غلط تاویلات اور حیلوں بہانوں کے ذریعہ اسے اصل معنٰی سے پھیر دیتے تھے'' مزید فرماتے ہیں: ''تحریف کے معنٰی کسی چیز کو کنارے لگا دینے کے ہیں۔ اس سے ''بعض کلمات کو ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے کلمات لے آنا'' مراد ہوگا۔ یہ بہ طور کنایہ ہے''۔[5]

سورہ مائدہ میں ہے:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ

---

[1] طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری) مصطفٰی البابی الحلبی، قاہرہ ۱۹۶۸ء، طبع سوم، ۱/۳۶۷

[2] آلوسی، روح المعانی، ملتان، پاکستان، بدون تاریخ، ۱۰/۲۹۸

[3] محمد رشید رضا، تفسیر المنار، دارالمعرفۃ بیروت، طبع سوم، بدون تاریخ، ۱/۳۵۶

[4] تفسیر طبری، ۵/۱۱۸

[5] روح المعانی، ۵/۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ۔ (المائدۃ:۱۳)

(اب ان کا حال یہ ہے کہ الفاظ الٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ جو تعلیم انھیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھول چکے ہیں اور آئے دن تمھیں ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتا چلتا رہتا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب المنار نے تبدیلی نص کی تمام صورتیں جمع کردی ہیں۔ فرماتے ہیں: ''تحریف کا اطلاق الفاظ کی تقدیم وتاخیر، حذف، کمی بیشی اور الفاظ کی غلط تاویل سب پر ہوتا ہے''۔[۱]

مذکورہ بالا آیات میں مائدہ نمبر ۴۱ میں 'مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ' اور النساء نمبر ۴۶ اور مائدہ نمبر ۱۳ میں 'عَنْ مَّوَاضِعِهٖ' آیا ہے۔ کیا دونوں کے مفہوم میں کچھ فرق ہے؟

خازنؒ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ ''ہاں، دونوں میں فرق ہے۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ ''وہ لوگ نصوص کی غلط تاویلات کرتے ہیں''۔ اس میں الفاظ کی تبدیلی کا تذکرہ نہیں ہے۔ لیکن يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ دونوں کام کرتے تھے۔ وہ نصوص کی غلط تاویلات بھی کرتے اور بسا اوقات انھیں بدل کر ان کی جگہ دوسرے الفاظ لے آتے تھے۔ گویا اول الذکر آیت میں غلط تاویل کرنے کا بیان ہے اور موخر الذکر آیت میں اسے بالکلیہ نکال دینے کا اشارہ ہے۔[۲]

ابو حیان اندلسیؒ فرماتے ہیں کہ ''بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہود تورات کے الفاظ کی تبدیلی پر قادر نہ تھے، ان کی تحریف سے مراد غلط تاویل ہے''۔[۳]

---

۱ تفسیر المنار، ۶/۲۸۲-۲۸۳

۲ تفسیر خازن، ۲/۵۳-۵۴

۳ ابو حیان اندلسی، البحر المحیط، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ، ۳/۴۴۵-۴۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تفصیل سے واضح ہے کہ 'تحریف' کی اصطلاح میں متعدد باتیں شامل ہیں، مثلاً الفاظ کی تبدیلی، باطل شبہات پیدا کرنا، غلط تاویل اور الفاظ کو ان کے حقیقی معانی سے پھیرنا وغیرہ۔

ابن حزمؒ نے یہ اصطلاح حذف واضافہ اور الفاظ کو ان کے معنیٰ اصلی سے پھیرنے کے مفہوم میں استعمال کی ہے۔ انھوں نے تورات میں تحریف کا سبب بھی بیان کیا ہے، وہ یہ کہ ایک مخصوص طبقہ نے تورات کا علم اپنے لیے خاص کرلیا تھا۔[۱]

مفسرین نے تحریفِ تورات کا جو مفہوم بیان کیا ہے اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔ یہاں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱- حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے سے متعلق مثال میں کتاب احبار کی اس عبارت کو پیش کیا جاسکتا ہے:

"اور زمین پر کے سب رینگنے والے جانداروں میں سے جتنے پیٹ یا چارپاؤں کے بل چلتے ہیں یا جن کے بہت سے پاؤں ہوتے ہیں ان کو تم نہ کھانا کیوں کہ وہ مکروہ ہیں"۔ (۱۱:۴۲)

کتاب احبار کے گیارہویں باب میں حرام ماکولات بیان کی گئی ہیں۔ عبارتِ بالا میں چارپاؤں کے بل چلنے والے جانداروں کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، کیوں کہ ان کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ حالاں کہ چوپایوں میں گائے بھیڑ بکریاں وغیرہ یہود کے نزدیک بھی حلال ہیں۔ اب دو باتوں میں سے کوئی ایک ہی صحیح ہوسکتی ہے۔ یا تو یہود نص کی مخالفت کررہے ہیں، یا انھوں نے اس میں تحریف کردی ہے۔

۲- کتاب استثناء میں ہے:

"تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو، یا اناج

---

[۱] ابن حزم کے نزدیک اس اصطلاح کے استعمال سے متعلق ملاحظہ کیجیے احمد محمود ہویدی کا مقالہ منہج ابن حزم فی نقد التوراۃ، مجلہ الدراسات الشرقیۃ قاہرہ، شمارہ ۱۴، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۱ وما بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سود، یا کسی ایسی چیز کا سود ہو جو بیاج پر دی جایا کرتی ہے۔ تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا، تا کہ خداوند تیرا خدا اس ملک میں، جس پر تو قبضہ کرنے جا رہا ہے، تیرے سب کاموں میں، جن کو تو ہاتھ لگائے، تجھ کو برکت دے۔

(۲۳: ۱۹-۲۰)

عبارتِ بالا میں پہلے تو سود کے فرد اور معاشرہ پر پڑنے والے مضر اثرات کو دیکھتے ہوئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کی حرمت صرف اس صورت میں رکھی گئی ہے جب اس کا لین دین یہود کے درمیان ہو۔ آگے غیر یہودی کو سودی قرض دینا جائز کر دیا گیا ہے۔ یقینی ہے کہ یہ بھی یہود کی تحریف ہے۔ جس کے ذریعے انھوں نے حرام کو حلال کر لیا ہے۔

۳- بے بنیاد تاویل اور غلط توجیہ کی ایک مثال وہ ہے جو یہود نے روئے زمین پر بسنے والوں کی زبانوں کے اختلاف کے سلسلے میں کی ہے۔ کتاب پیدائش میں ہے:

''اور تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی اور ایسا ہوا کہ مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے ان کو ملک صنعاء میں ایک میدان ملا اور وہ وہاں بس گئے ...... پھر وہ کہنے لگے کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر اور ایک برج جس کی چوٹی آسمان تک پہنچے، بنائیں اور یہاں اپنا نام کریں ...... اور خداوند نے کہا: دیکھو یہ لوگ سب ایک ہیں اور ان سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔ وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تو اب کچھ بھی جس کا وہ ارادہ کریں ان سے باقی نہ چھوٹے گا۔ سو آؤ ہم وہاں جا کر ان کی زبان میں اختلاف ڈالیں، تا کہ وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں۔ پس خداوند نے ان کو وہاں سے تمام روئے زمین میں پراگندہ کیا۔ سو وہ اس شہر کے بنانے سے باز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ اس لیے اس کا نام بابل ہوا کیوں کہ خداوند نے وہاں
ساری زمین کی زبان میں اختلاف ڈالا اور وہاں سے خداوند نے
ان کو روئے زمین پر پراگندہ کیا"۔ (۱۱:۱-۹)

حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت کو طوفان سے نجات دینے کے بعد رب کا غضب اس پر کیوں نازل ہوا؟ عبارت بالا میں اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بیان کی گئی ہے۔ بابل شہر کی وجہ تسمیہ بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی اصل عبرانی نہیں بلکہ آشوری اور آرامی زبانوں میں 'باب ایل' یعنی باب اللہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے نام کو اس کے باشندوں پر اللہ کے غضب سے جوڑ دینے کا سبب یہ ہے کہ اہلِ بابل نے ایک موقع پر بڑے پیمانے پر یہود کو غلام بنالیا تھا۔ اس تاویلِ فاسد کے ذریعے انھیں ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴- تورات میں اضافہ کی ایک مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ انھوں نے قید خانہ میں اپنے ایک ساتھی کو اس کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا:

"اور فرعون سے میرا ذکر کرنا اور مجھے اس گھر سے چھٹکارا دلوانا،
کیوں کہ عبرانیوں کے ملک سے مجھے چرا کر لے آئے ہیں"۔
(کتاب پیدائش، ۴۰:۱۵)

معلوم نہیں 'عبرانیوں کے ملک' سے کون سی سرزمین مراد ہے؟ اس لیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تو اپنے بیٹوں کے ساتھ کنعان میں رہتے تھے:

"اور یعقوب ملک کنعان میں رہتا تھا، جہاں اس کا باپ مسافر کی
طرح رہا تھا"۔ (کتاب پیدائش، ۳۷:۱)

۵- تورات کی نمایاں تحریفات میں سے 'من' کے ذائقے کے بارے میں متضاد بیانات ہیں۔ کتاب خروج میں ہے:

"اور بنی اسرائیل نے اس کا نام من رکھا اور وہ دھنیے کے بیج کی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفید اور اس کا مزہ شہد کے بنے ہوئے پوئے کی طرح تھا" (۳۱:۱۶)

اور کتاب گنتی میں ہے:

"اور من دھنیے کی مانند تھا اور ایسا نظر آتا تھا جیسے موتی۔ لوگ ادھر ادھر جا کر اسے جمع کرتے اور اسے چکی میں پیستے یا اکھلی میں کوٹ لیتے تھے۔ پھر اسے ہانڈیوں میں ابال کر روٹیاں بناتے تھے۔ اس کا مزہ تازہ تیل کا سا تھا"۔ (۱۱:۷-۸)

صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں عبارتیں دو افراد کی لکھی ہوئی ہیں۔ ہر ایک نے من کے ذائقہ کی وضاحت اپنے اپنے اعتبار سے کی ہے۔

۲- کتاب استثناء میں ہے:

"اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں اور پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر، جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہے، فوقیت دے کر پہلوٹھا نہ ٹھہرائے، بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دونا حصہ دے کر اسے پہلوٹھا مانے، کیوں کہ وہ اس کی قوت کی ابتدا ہے اور پہلوٹھے کا حق اسی کا ہے۔ (۲۱:۱۵-۱۷)

اس ربانی قانون کی اصحابِ تورات نے متعدد مرتبہ خلاف ورزی کی ہے۔ چنانچہ انھوں نے پہلوٹھے کا حق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چھیننے کے لیے نص میں تحریف کر دی۔ اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے بیٹے عیسو سے پہلوٹھے کا حق چھین کر چھوٹے بیٹے یعقوب علیہ السلام کو دینے کے لیے حیلہ سے کام لیا۔

خود عہد نامۂ قدیم میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ہوں یا کاہن یا عوام، سب نے اللہ کے کلام اور وحی میں تحریف کی ہے۔ کتاب یرمیاہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے جرائم کی فہرست میں ایک جرم تحریف بھی ہے:

"اور جب یہ لوگ یا نبی یا کاہن تجھ سے پوچھیں کہ خداوند کی طرف سے بارِ نبوت کیا ہے؟ تب تو ان سے کہنا: کون سا بارِ نبوت! خداوند فرماتا ہے۔ میں تم کو پھینک دوں گا اور نبی اور کاہن اور لوگوں میں سے جو کوئی کہے: خداوند کی طرف سے بارِ نبوت، میں اس شخص کو اور اس کے گھرانے کو سزا دوں گا۔ چاہیے کہ ہر ایک اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی سے یوں کہے کہ خداوند نے کیا جواب دیا اور خداوند نے کیا فرمایا ہے؟ پر خداوند کی طرف سے بارِ نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا، اس لیے کہ ہر ایک آدمی کی اپنی ہی باتیں اس پر بار ہوں گی، کیوں کہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے"۔ (۲۳:۳۳-۳۶)

۲۔ 'لبس' (مشتبہ کر دینا)

دوسری اصطلاح 'لبس' کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (البقرۃ:۴۲)

(اور باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔)

يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (آل عمران:۷۱)

(اے اہلِ کتاب! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'لبس' کے معنٰی ہیں التباس اور اشتباہ پیدا کر دینا۔ کہا جاتا ہے: لَبِسَ عَلَیْهِ الْاَمْر یعنی اس نے معاملہ مشتبہ کر دیا اور حقیقت تک رسائی ناممکن بنادی۔[1]

اس کا مصد لَبس اور لِبس دونوں آتا ہے۔ معنٰی ہے شبہ میں ڈالنا التبس علیه الامر یعنی معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا۔ تلبیس کے معنٰی ہیں مشتبہ کر دینا اور خلط ملط کر دینا۔[2] لبس علیه الامر یعنی اس نے معاملہ کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا اور اسے ایسا کر دیا کہ (دوسرا شخص) اس کے بارے میں شک اور حیرت میں پڑ گیا۔[3]

خازنؒ نے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کی تشریح میں لکھا ہے: ''یعنی تورات میں ایسی باتیں شامل نہ کرو جو اس میں نہیں ہیں، ورنہ حق، جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، باطل سے، جس کا تم اضافہ کرو گے، خلط ملط ہو جائے گا''۔[4]

'لبس' کے معنٰی خلط ملط کرنے کے ہیں۔ اس میں اشتباہ کے معنٰی بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ یا تو اس کے حقیقی معنٰی ہیں یا مجازی۔[5] یہی بات ابو السعودؒ نے بھی اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں: ''لبس کے معنٰی خلط ملط کرنے کے ہیں۔ بسا اوقات دو چیزوں کے خلط ملط ہونے سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حق جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور باطل جسے تم نے گھڑا ہے، دونوں کو خلط ملط نہ کرو کہ ان میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ باطل کے ذریعے، جسے تم لکھ کر شامل کر دیتے ہو یا بہ طور تاویل ذکر کرتے ہو، حق کو مشتبہ نہ بناؤ''۔[6]

---

[1] المعجم الوسیط، ۸۱۳/۱

[2] لسان العرب، ۲۰۴/۶

[3] معجم الفاظ القرآن الکریم، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للتالیف والنشر، قاہرہ ۱۹۷۰ء، ۵۶۳/۲

[4] تفسیر خازن، ۵۳/۱

[5] روح المعانی، ۲۴۶/۱

[6] ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۸۳ء، ۹۶/۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا بھی امکان ہے کہ 'لبس' لباس سے مشتق ہو۔ اس اعتبار سے لَاتَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کا مطلب یہ ہوگا کہ حق کو باطل کے ذریعے نہ ڈھانک دو۔[۱] آلوسیؒ نے لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کی تفسیر میں اسی طرح کی بات لکھی ہے۔[۲]

طبریؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "لبس (خلط ملط کرنا) تغطیہ (ڈھانپ لینا) اور تعمیہ (چھپالینا) ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ تغطیہ اور تعمیہ میں فرق یہ ہے کہ تغطیہ اضافہ سے ہوتا ہے اور تعمیہ میں کمی اور زیادتی دونوں شامل ہوتی ہیں۔ لبس کی ضد ایضاح ہے۔ لباس سے مراد وہ چیز ہے جس سے جسم چھپایا جائے۔ لباس التقویٰ سے مراد حیا ہے۔ لبس کے معنٰی ہیں چیزوں کو باہم خلط ملط کردینا۔ لبس اور اخفاء کے درمیان فرق یہ ہے کہ اخفاء کے باوجود معنٰی سمجھ میں آسکتے ہیں، لیکن لبس کی صورت میں معنٰی کا ادراک ممکن نہیں ہوتا"۔[۳]

سید محمد رشید رضاؒ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۲ کی تفسیر میں لبس کے مفہوم میں بہت وسعت دے دی ہے۔ انھوں نے ایہام (وہم پیدا کرنا) کتمان (چھپانا) افتراء، اصولوں میں نئی نئی چیزوں اور رسوم و رواج کی آمیزش، تاویلِ بے جا اور متقدمین کے اقوال و افعال سے استنباط کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔[۴] ہمارا بھی خیال ہے کہ اس میں عملاً یہ تمام معانی شامل ہوجاتے ہیں۔

رازیؒ نے آیتِ بقرہ کی تفسیر میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "اس میں اہلِ کتاب کو دوسروں کو گم راہ کرنے کا رویہ ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ دوسروں کو غلط راستے پر ڈالنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ حق تک پہنچانے والے دلائل میں گڑبڑ پیدا کردی جائے اور دوسرا یہ کہ انسان کو ان

---

۱ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۳۴۰/۱

۲ روح المعانی، ۱۹۹/۳

۳ طبری، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۷۹ھ، ۹۵/۱

۴ تفسیر المنار، ۲۹۲/۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل تک پہنچنے ہی نہ دیا جائے۔ وَلَاتَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کہہ کر پہلے طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا اور وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ کہہ کر دوسرے طریقے کی طرف'' ۱

اگر لبس سے حق و باطل کو گڈمڈ کر دینا، من گھڑت باتوں کا اضافہ کر دینا اور اصولی تعلیمات میں نئی خود ساختہ چیزیں اور رسوم و رواج شامل کر دینا مراد لیا جائے تو اس کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں:

۱- کتاب پیدائش میں فرشتوں کے ذریعے حضرت سارہ سے حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ اس میں ہے کہ:

''پھر اس نے مکھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا لے کر ان کے سامنے رکھا اور آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا اور انھوں نے کھایا''۔ (۸:۱۸)

پھر جب یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی ان کی ضیافت کا اہتمام کیا۔ کتاب پیدائش میں ہے:

''وہ اس کے ساتھ چل کر اس کے گھر میں آئے اور اس نے ان کے لیے ضیافت تیار کی اور بے خمیری روٹی پکائی اور انھوں نے کھایا''۔ (۳:۱۹)

مذکورہ دونوں مقامات پر فرشتوں کے کھانا کھانے کی صراحت موجود ہے، حالاں کہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں۔ ان کی طرف کھانا کھانے کی نسبت صحیح نہیں۔

۲- تورات میں زنا کو قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ کوہِ طور پر بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا اس میں صراحت ہے: ''تو زنا نہ کرنا'' (خروج ۱۴:۲۰) یہی نہیں، بلکہ کسی غیر عورت کے بارے میں سوچنا بھی حرام کیا گیا ہے: ''تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا'' (خروج ۱۷:۲۰) دوسری طرف 'اسفارِ مقدسہ' میں زنا کے (اور وہ بھی محرمات کے ساتھ) متعدد واقعات مذکور ہیں۔ یہاں ہم نعوذ باللہ،

---

۱ رازی، التفسیر الکبیر، دارالفکر بیروت، ۱۹۸۷ء، ۲۴۴/۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت لوطؑ کی دونوں بیٹیوں کے اپنے باپ کے ساتھ زنا کے واقعہ (جو کتاب پیدائش ۱۹: ۳۰-۳۸ میں مذکور ہے) کو بیان نہیں کریں گے، اس لیے کہ وہ تورات میں زنا کی حرمت اور بنی اسرائیل کے ظہور سے قبل کا واقعہ ہے، اگرچہ وہ بھی ان کی من گھڑت باتوں اور حق و باطل کو گڈمڈ کر دینے کی مثالوں میں آتا ہے۔ یہاں بعد کے چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جن کا تذکرہ خود ان کی کتابوں میں موجود ہے۔

الف۔ یعقوب کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا:

"اور اسرائیل آگے بڑھا اور عدر کے برج کی پرلی طرف اپنا ڈیرا لگایا اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہوگیا"۔ (کتاب پیدائش ۳۵: ۲۱-۲۲)

ب۔ داؤد کے بیٹے امنون نے اپنی بہن تمر سے زنا کیا:

"تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھری کے اندر لے آ تا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں ...... اور جب وہ ان کو اس کے نزدیک لے گئی کہ وہ کھائے تو اس نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا: اے میری بہن، مجھ سے وصل کر۔ اس نے کہا: نہیں میرے بھائی، میرے ساتھ جبر نہ کر ...... لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی اور چونکہ وہ اس سے زور آور تھا اس لیے اس نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی"۔ (کتاب سموئیل دوم، ۱۳: ۱۰-۱۴)

حیرت ہے کہ ان گھناؤنے افعال کی نسبت حضرت یعقوبؑ اور حضرت داؤدؑ (جن پر یہودی شریعت کا دارومدار ہے) کے بیٹوں کی طرف کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ واقعات سراسر من گھڑت ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ اگرچہ انسان تھے، لیکن خانوادہ نبوت کے پروردہ تھے، اس لیے ان سے ایسی نازیبا حرکتوں کا صدور ممکن نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- یہود کے اسفارِ مقدسہ میں انبیاء، مثلاً حضرت یعقوبؑ اور حضرت داؤدؑ وغیرہ کو محض بادشاہوں کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارے میں ایک طرف اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اللہ نے انھیں عظمت بخشی، برکت دی اور تمام انسانوں میں سے انھیں منتخب کیا تو دوسری طرف ان کی جانب مکر و فریب اور عیاری کے بہت سے واقعات منسوب کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

کتاب پیدائش باب ۲۵ میں مذکور ہے کہ ایک موقع پر یعقوبؑ نے اپنے بڑے بھائی عیسو کو (جب کہ وہ بھوک سے بے دم ہو رہا تھا) اس شرط پر کھانا کھلایا تھا کہ وہ ان کے ہاتھ اپنا پہلوٹھے کا حق بیچ دے۔ آگے باب ۲۷ میں ہے کہ کس طرح یعقوبؑ نے اپنی ماں کے ساتھ مل کر اپنے بھائی عیسو کے خلاف سازش کی اور اپنے باپ کی نگاہ کی کم زوری کا فائدہ اٹھا کر اس سے برکت کی دعا لے لی، حالاں کہ اس کا مستحق پہلوٹھا بیٹا عیسو تھا۔ جب باپ نے پوچھا: ''تو کون ہے میرے بیٹے؟ یعقوب نے اپنے باپ سے کہا: میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں'' (۲۷:۱۹) ''اور اس نے پوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے؟ اس نے کہا: میں وہی ہوں'' (۲۷-۲۵) بعد میں جب باپ کو پتا چلا کہ یعقوبؑ نے دھوکا دیا ہے تو اپنے بیٹے عیسو سے کہا ''تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا'' (۲۷:۳۶) آگے باب ۳۱ میں تفصیل سے مذکور ہے کہ کس طرح یعقوبؑ اپنے ماموں اور خسر کو دھوکا دے کر اس کا ریوڑ ہانک لے گیا اور اپنی بیویوں سے کہہ دیا کہ اس نے یہ کام خدا کے حکم سے کیا ہے: ''یوں خدا نے تمھارے باپ کے جانور لے کر مجھے دے دیئے''۔ (۳۱:۹)

۴-تبدیل

تورات پر تنقید کے سلسلے میں قرآن نے ایک اصطلاح 'تبدیل' استعمال کی ہے۔ بنی اسرائیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ ظَلَمُوا رِجْزاً مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔
(البقرۃ:۵۹)

(مگر جو بات ان سے کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا۔ آخر کار ہم نے ظلم کرنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔ یہ سزا تھی ان نافرمانیوں کی جو وہ کر رہے تھے۔)

القاموس المحیط میں ہے کہ تبدیل کے معنی تحریف کرنے اور بدل دینے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے: بدّلہ تبدیلاً: اس نے اس میں تحریف کر دی اور اسے بدل دیا۔ تبدّل: بمعنی بدل جانا، متغیر ہونا۔[۱]

کہا جاتا ہے بدّلت الشيء یعنی تم نے اس کو بدل کر رکھ دیا۔ خواہ اس کی جگہ کوئی دوسری چیز نہ پیش کی ہو۔[۲]

بدّل الشيء یعنی اس نے اس چیز کی صورت بدل دی۔ بدّل الکلام یعنی اس نے اس کلام میں تحریف کر دی۔[۳]

قرطبیؒ نے آیتِ بالا کی تفسیر میں تبدیلی کی نوعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی خطرناکی سے متنبہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''ان سے کہا گیا: قُولُوا حِطّۃٌ (کہو: عفو و درگزر ہو) مگر وہ کہنے لگے حنطۃ (گیہوں) انھوں نے صرف ایک حرف کا اضافہ کیا۔ چنانچہ ان پر دردناک عذاب نازل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ دین میں اضافہ اور شریعت میں کوئی نئی چیز شامل کرنا بہت خطرناک اور شدید ضرر رساں ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب ایک لفظ (جو توبہ کے مفہوم میں تھا) میں تبدیلی کرنے سے ایسا عذاب دیا گیا تو معبود کی صفات میں سے کسی صفت میں

---

۱ فیروز آبادی، القاموس المحیط، مؤسسۃ الحلبی، قاہرہ، بدون تاریخ، ۳/۳۴۳

۲ ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق وضبط عبدالسلام محمد ہارون، مکتب الاعلام الاسلامی، طہران ۱۴۰۴ھ، ۱/۲۱۰

۳ المعجم الوسیط، ۱/۴۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبدیلی کرنے کا کتنا برا انجام ہوگا۔ ایک بات یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ عمل کے مقابلے میں قول کا معاملہ کچھ ہلکا ہوتا ہے۔ جب قول میں تبدیلی کرنے سے ایسا عذاب دیا گیا تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عمل میں تبدیلی کرنے کا کتنا بھیانک انجام ہوگا"۔[1]

قرطبیؒ لفظ 'تبدیل' کی لغوی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس کے معنی ہیں کسی چیز کو بدل کر رکھ دینا، خواہ اس کی جگہ کوئی دوسری چیز نہ پیش کی گئی ہو"۔[2]

مراغیؒ فرماتے ہیں کہ "یہاں 'تبدیل' سے مراد حکم کی مخالفت کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا ہے۔ حکم عدولی کو تبدیلی کہہ کر یہ اشارہ مقصود ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کا حکم دیا جائے اور وہ اس کی خلاف ورزی کرے تو گویا وہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اسے وہ حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی وہ دعویٰ کرتا ہے کہ جس چیز پر وہ عمل کر رہا ہے اسی کا اسے حکم دیا گیا ہے"۔[3]

گویا اس میں قول اور عمل دونوں کی تبدیلی شامل ہے۔ عہد نامۂ قدیم اس طرح کی مثالوں سے پُر ہے۔

ذیل میں تبدیلی کی مختلف صورتوں کی مثالیں بیان کی جارہی ہیں:

الف- اگر تبدیلی سے مراد ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لے آنا مراد لیا جائے تو اس کی متعدد مثالیں ہیں:

۱- کتاب سموئیل دوم میں ہے:

"جا اور داؤدؑ سے کہہ: خداوند یوں فرماتا ہے کہ...... کیا تیرے ملک میں سات برس قحط رہے، یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے اور وہ تجھے رگیدیں، یا تیری مملکت میں تین دن تک مری ہو"۔ (۲۴:۱۲-۱۳)

---

[1] الجامع لاحکام القرآن، ۱/۴۱۵

[2] ایضاً، ص ۴۱۶

[3] احمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر المراغی، مطبعۃ البابی الحلبی، قاہرہ، طبع چہارم ۱۹۶۹ء، ۱/۱۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ کتاب تواریخ اول میں ہے:

"جا کر داؤدؑ سے کہہ: خداوند یوں فرماتا ہے کہ...... یا تو قحط کے تین برس، یا اپنے دشمنوں کے آگے تین مہینے تک ہلاک ہوتے رہنا، یا تین دن ملک میں وبا رہے"۔ (۲۱:۱۰-۱۲)

ایک جگہ قحط کے سات سال کا تذکرہ ہے اور دوسری جگہ تین سال کا۔ دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہوسکتا ہے۔

۲- کتاب تواریخ اول میں ہے:

"بنی بنیمین یہ ہیں: بالع اور بکر اور یدیعیل" (۷:۶)

آگے اسی کتاب میں ہے:

"اور بنیمین سے اس کا پہلوٹھا بالع پیدا ہوا۔ دوسرا اشبیل، تیسرا اخرخ، چوتھا نوحہ اور پانچواں رفا" (۸:۱)

جب کہ کتاب پیدائش میں بنی بنیمین کی تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے۔

"اور بنی بنیمین یہ ہیں: بالع اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان اخی اور روس مفیم اور حفیم اور ارد" (۴۶:۲۱)

مذکورہ تینوں بیانات میں تعداد کا بھی فرق ہے اور ناموں کا بھی۔

۳- کتاب استثناء میں بنی اسرائیل کے ایک سفر کا حال یوں مذکور ہے:

"پھر بنی اسرائیل بیروتِ بنی یعقان سے روانہ ہوکر موسیرہ میں آئے۔ وہیں ہارون نے رحلت کی اور دفن بھی ہوا اور اس کا بیٹا الیعزر کہانت کے منصب پر مقرر ہوکر اس کی جگہ خدمت کرنے لگا۔ وہاں سے وہ جُدجُودہ کو اور جُدجُودہ سے یوطبات کو چلے۔ اس ملک میں پانی کی ندیاں ہیں"۔ (۱۰:۶-۷)

اسی سفر کا بیان گنتی میں یوں ہے:

"اور حشمونہ سے چل کر موسیروت میں ڈیرے کھڑے کیے اور موسیروت سے روانہ ہوکر بنی یعقان میں ڈیرے ڈالے اور بنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعقان سے چل کر حور ہجد جاد میں خیمہ زن ہوئے اور حور ہجد جاد سے روانہ ہوکر یوطباتہ میں خیمے کھڑے کیے اور یوطباتہ سے چل کر عبرونہ میں ڈیرے ڈالے اور عبرونہ سے چل کر عصیون جابر میں ڈیرا کیا اور عصیون جابر سے روانہ ہوکر دشت صین میں، جو قادس ہے، قیام کیا اور قادس سے چل کر کوہ ہور کے پاس، جو ملک ادوم کی سرحد ہے، خیمہ زن ہوئے، یہاں ہاروں کاہن خداوند کے حکم کے مطابق کوہ ہور پر چڑھ گیا اور اس نے بنی اسرائیل کے ملکِ نصر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ کو وہیں وفات پائی"۔ (۳۳:۳۰-۳۸)

مذکورہ دونوں بیانات ایک ہی سفر کے ہیں، لیکن دونوں میں مقامات کی ترتیب الٹ پلٹ گئی ہے اور حضرت ہارون کی جائے وفات بھی دونوں میں الگ الگ بیان کی گئی ہے۔

ب- اگر تبدیلی سے شرائع واحکام کی تبدیلی مراد لی جائے تو اس کی بھی بہ کثرت مثالیں ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے:

کتاب تواریخ دوم میں ہے:

"بادشاہ اور سرداروں اور یروشلم کی ساری جماعت نے دوسرے مہینے میں عید فسح منانے کا مشورہ کرلیا تھا، کیوں کہ وہ اس وقت اسے اس لیے نہیں منا سکے کہ کاہنوں نے کافی تعداد میں اپنے آپ کو پاک نہیں کیا تھا اور لوگ بھی یروشلم میں اکٹھے نہیں ہوئے تھے اور یہ بات بادشاہ اور ساری جماعت کی نظر میں اچھی تھی"۔ (۳۰:۲-۴)

اسی کتاب میں آگے ہے:

"سو وہ عید کے ساتویں دن تک کھاتے اور سلامتی کے ذبیحوں کی قربانیاں چڑھاتے اور خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کے حضور اقرار کرتے رہے۔ پھر ساری جماعت نے اور سات دن ماننے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ کیا اور خوشی سے اور سات دن مانے"۔(۳۰:۲۲-۲۳)

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ لوگوں نے باہم مشورہ سے عید فسح کا وقت تبدیل کر لیا تھا اور اس کی مدت ایک ہفتہ سے بڑھا کر دو ہفتے کر لی تھی۔

ج- عہد نامۂ قدیم میں تبدیلی کے بہ کثرت نمونے ہمیں گنتیوں کے سلسلے میں ملتے ہیں۔ یہ تورات لکھنے والوں کی حسابی یادداشت کم زور ہونے کا ثبوت ہے۔ یہاں بہ طور مثال چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں:

- کتاب پیدائش (۷:۱۷) میں ہے کہ طوفان نوح زمین پر چالیس دن رہا اور پانی بڑھا۔ اسی کتاب میں آگے (۷:۲۴، ۸:۳) ہے کہ پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا۔

- کتاب قضاۃ باب ۲۰ میں بنی بنیمین اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں کے درمیان ایک جنگ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بنی بن یمین کے جنگ جوؤں کی تعداد چھبیس ہزار مذکور ہے (۲۰:۱۵) مگر آگے ان کے مقتولین کی تعداد پچاس ہزار سے اوپر پہنچ گئی ہے۔(۲۰:۳۵، ۴۶)

- داؤد نے ارونا ہ سے جو کھلیان اور بیل خریدے تھے ان کی قیمت کتاب سموئیل دوم (۲۴:۲۴) میں پچاس مثقال چاندی مذکور ہے، لیکن کتاب تواریخ اول (۲۱:۲۵) میں یہ قیمت چھ سو مثقال سونا بتائی گئی ہے۔

- کتاب سموئیل دوم (۲۴:۹) میں ہے کہ مردم شماری کی گئی تو اسرائیل میں آٹھ لاکھ بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ نکلے۔ جب کہ کتاب تواریخ اول (۲۱:۵) میں بیان کیا گیا ہے کہ سب اسرائیلی گیارہ لاکھ شمشیر زن مرد اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مرد تھے۔

- شاہ بابل بنوکدنضر کی اسیری سے رہائی پا کر یروشلم واپس آنے والوں کی تعداد کتاب عزرا باب دوم اور کتاب نحمیاہ باب ہفتم دونوں میں بہت مختلف بیان کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴- کتابت

قرآن کی استعمال کردہ ایک اصطلاح 'کتابت' کی ہے۔اس میں یہود کی کارستانیوں پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ۔ (البقرۃ:۷۹)

(پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے، تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجبِ ہلاکت۔)

اس آیت کی تفسیر میں طبریؒ فرماتے ہیں:

"اس میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کردی اور اس نے اپنے نبی موسیٰ پر جو وحی نازل کی تھی اس کی غلط تاویلات تحریری شکل میں پیش کیں اور انھیں ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا جو تورات کی حقیقی تعلیمات سے واقف تھے نہ ان تاویلات سے۔ اس سے ان کا مقصد دنیا کے حقیر مفادات کا حصول تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تباہی کی خبر دی"۔[1]

طبریؒ نے اس نکتہ کی بھی وضاحت کی ہے کہ آیت میں "بایدیھم" (یعنی وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں) کی صراحت کیوں کی گئی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ "ایسا نہیں تھا کہ یہود کے علماء وفقہاء کے حکم سے دوسرے نادان لوگ کچھ لکھ کر کتاب اللہ میں شامل کردیتے تھے، بلکہ یہ کام خود یہودی علماء اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے۔ وہ

---

[1] تفسیر طبری، ۱/۳۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے عمداً اپنی طرف سے لکھ کر پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی کتاب میں موجود ہے"۔[1]

سیوطیؒ نے اپنی تفسیر میں ابن ابی حاتم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آیت بالا کی تفسیر میں سدیؒ نے فرمایا: "یہود میں سے بعض لوگ اپنی طرف سے ایک تحریر لکھتے تھے اور اسے عربوں کے ہاتھ یہ کہہ کر بیچ دیتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس طرح چند سکّے حاصل کر لیتے تھے"۔[2]

غالب گمان یہ ہے کہ یہاں 'کتاب' سے مراد درج ذیل دو چیزوں میں سے کوئی ایک ہے:

۱- موجودہ تورات۔ اس لیے کہ اس کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ضبطِ تحریر میں لانے میں متعدد افراد نے کردار انجام دیا ہے۔

۲- تالمود۔ اس لیے کہ یہود کا دعویٰ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک تورات تحریری شکل میں اور دوسری زبانی ملی تھی۔ علمائے یہود اس مؤخر الذکر تورات کو زبانی نسل در نسل منتقل کرتے رہے، یہاں تک کہ بعد میں اس کی بھی تدوین عمل میں آئی۔

بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو تورات اللہ کی طرف سے زبانی ملی تھی۔ آپؑ نے اپنی قوم سے اس کی اتباع کا عہد لیا اور بعد میں اسے مدوّن کیا۔ کتاب خروج میں ہے:

> "اور موسیٰ نے لوگوں کے پاس جا کر خداوند کی سب باتیں اور احکام ان کو بتا دیے اور سب لوگوں نے ہم آواز ہو کر جواب دیا کہ جتنی باتیں خداوند نے فرمائی ہیں ہم ان سب کو مانیں گے اور موسیٰ نے خداوند کی سب باتیں لکھ لیں"۔ (۲۴:۳-۴)

جب کہ اسی کتاب کے دیگر مقامات سے واضح ہے کہ انھیں تورات تحریری شکل میں ملی تھی:

---

[1] تفسیر طبری، ۱/۳۸۷

[2] سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار المعرفۃ، بیروت، بدون تاریخ، ۱/۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ پہاڑ پر میرے پاس آ اور وہیں ٹھہرا رہ اور میں تجھے پتھر کی لوحیں اور شریعت اور احکام جو میں نے لکھے ہیں، دوں گا، تا کہ تو ان کو سکھائے''۔ (۱۲:۲۴)

''اور جب خداوند کوہِ سینا پر موسیٰ سے باتیں کر چکا تو اس نے اسے شہادت کی دو لوحیں دیں۔ وہ لوحیں پتھر کی اور خدا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں''۔ (۱۸:۳۱)

اگر ان تصریحات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ان سے درج ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں:

۱- یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے کہ اللہ کی دی ہوئی دو لوحوں پر وہ تمام چیزیں درج ہوں جو موجودہ عہد نامۂ قدیم میں پائی جاتی ہیں۔

۲- ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو وحی عطا کی گئی تھی اسے انھوں نے خود تفصیل سے لکھا ہو یا دوسرے کاتبین سے لکھوایا ہو۔

۳- اس بات کا بھی ثبوت موجود ہے کہ بہت سے ایسے کاتبین تھے جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد پیش آنے والے واقعات کو مدوّن کیا اور گزشتہ روایات میں حسبِ منشا حذف و اضافہ کیا۔

عہد نامۂ قدیم میں پائے جانے والے متضاد بیانات اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ مابعد زمانوں میں کاتبین اس میں رد و بدل کرتے رہے ہیں۔ مثلاً کتاب پیدائش میں ہمیں حضرت اسحاقؑ کے بڑے صاحب زادے عیسو کی ازواج کے سلسلے میں درج ذیل بیانات ملتے ہیں:

۱-''جب عیسو چالیس برس کا ہوا تو اس نے بیری حتی کی بیٹی یہودتھ اور ایلون حتی کی بیٹی بشامتھ سے بیاہ کیا''۔ (۳۴:۲۶)

۲-''عیسو اسماعیل کے پاس گیا اور مہلت کو، جو اسماعیل بن ابراہام کی بیٹی اور نبایوت کی بہن تھی، بیاہ کر اسے اپنی اور بیویوں میں شامل کیا''۔ (۹:۲۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- ''عیسو کنعانی لڑکیوں میں سے حتی ایلون کی بیٹی عدّہ کو اور حوی صبعون کی نواسی اور عنہ کی بیٹی اُہلیبامہ کو اور اسماعیل کی بیٹی اور نبایوت کی بہن بشامہ کو بیاہ لایا''۔ (۳۶:۲-۳)

نص اول میں ایلون حتی کی بیٹی کا نام بشامتھ اور نص دوم میں اسماعیل کی بیٹی کا نام مہلت مذکور ہے، لیکن نص سوم میں بشامہ اسماعیل کی بیٹی کا نام ہوگیا ہے اور ایلون حتی کی بیٹی کا نام عدّہ بیان کیا گیا ہے۔

عہد نامۂ قدیم میں بہت سی ایسی کتابوں کے نام ملتے ہیں جن کا اب وجود نہیں ہے۔ غالب گمان ہے کہ ان کے مشتملات بھی عہد نامۂ قدیم کی مختلف کتب میں نقل کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً:

- ''اسی سبب سے خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے......''۔ (کتاب گنتی ۲۱:۱۴)

- ''کیا یہ آشر کی کتاب میں نہیں لکھا ہے؟'' (کتاب یشوع ۱۰:۱۳)

- ''اور سلیمان کا باقی حال اور سب کچھ جو اس نے کیا اور اس کی حکمت، سو کیا وہ سلیمان کے احوال کی کتاب میں درج نہیں؟'' (کتاب سلاطین اول ۱۱:۴۱)

- ''اور یربعال کا باقی حال کہ وہ کس کس طرح لڑا اور اس نے کیوں کر سلطنت کی وہ اسرائیل کے بادشاہوں کی تواریخ کی کتاب میں لکھا ہے''۔ (کتاب سلاطین اول ۱۴:۱۹)

- ''اور سلیمان کے باقی کام شروع سے آخر تک کیا وہ ناتن نبی کی کتاب میں اور سیلانی اخیاہ کی پیشین گوئی میں اور عیدوغیب بین کی رویتوں کی کتاب میں جو اس نے یربعام بن نباط کی بابت دیکھی تھی، مندرج نہیں ہیں؟ (کتاب تواریخ دوم ۹:۲۹)

اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا کتابوں کی حیثیت ان مراجع و مصادر کی سی ہے جن کی مدد سے یہود نے عہد نامۂ قدیم کی مختلف کتابیں مدوّن کی ہیں۔

بعض کتابوں میں ان حضرات کے نام صراحت سے ملتے ہیں جنھوں نے مختلف زمانوں میں عہد نامۂ قدیم کی تدوین کا کام انجام دیا ہے مثلاً:

''سو یشوع نے اسی روز لوگوں کے ساتھ عہد باندھا اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے سکم میں آئین اور قانون ٹھہرایا اور یشوع نے یہ باتیں خدا کی شریعت کی کتاب میں لکھ دیں"۔ (کتاب یشوع ۲۴: ۲۵-۲۶)

"پھر سموئیل نے لوگوں کو حکومت کا طرز بتایا اور اسے کتاب میں لکھ کر خداوند کے حضور رکھ دیا"۔ (کتاب سموئیل اول ۱۰-۲۵)

"اور آستر کے حکم سے پوریم کی ان رسموں کی تصدیق ہوئی اور یہ کتاب میں لکھ لیا گیا (کتاب آستر ۹: ۳۲)

اسی طرح ان کتابوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ غائب کے صیغے میں ہے۔ بعض مقامات پر 'آج تک' کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ان کتابوں کی تدوین حضرت موسیٰ کے عہد کے کافی دنوں بعد ہوئی ہے۔ مثلاً:

"اور یہ آدمی موسیٰ بھی ملکِ مصر میں فرعون کے خادموں کے نزدیک اور ان لوگوں کی نگاہ میں بڑا بزرگ تھا"۔ (کتاب خروج ۱۱: ۳)

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے موآب کے ملک میں وفات پائی... پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر نہیں معلوم"۔ (کتاب استثناء ۳۴: ۵-۶)

"اور یوسف نے یہ آئین جو آج تک ہے، مصر کی زمین کے لیے ٹھہرایا"۔ (کتاب پیدائش ۴۷: ۲۶)

فرانک کروس نے لکھا ہے کہ پانچویں صدی قبل مسیح اور پہلی صدی قبل مسیح کے درمیان عہد نامۂ قدیم کے نصوص سے متعلق تین مکاتب فکر وجود میں آئے۔ ایک فلسطینی، دوسرا مصری اور تیسرا بابلی۔ ان تینوں کے درمیان نصوص کے سلسلے میں شدید اختلافات تھے۔ کروس نے کتاب یرمیاہ، کتاب قضاۃ اور کتاب سلاطین سے متعدد مثالیں دی ہیں[1]

خود عہد نامۂ قدیم کی بعض کتابوں میں ایسے بیانات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رب کی شریعت میں تحریف کی گئی ہے اور اس کی کتاب میں

---

1. Robert Davidson, Biblical criticism, Penguin Books, U,K, pp.104-106

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافے کیے گئے ہیں۔ کتاب یرمیاہ میں ہے:

''تم کیوں کر کہتے ہو کہ ہم تو دانش مند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ، لکھنے والوں کے باطل قلم نے بطالت پیدا کی ہے۔ دانش مند شرمندہ ہوئے۔ وہ حیران ہوئے اور پکڑے گئے۔ دیکھ، انھوں نے خداوند کے کلام کو رد کیا۔ ان میں کیسی دانائی ہے؟''۔ (۸:۸-۹)

اس کتاب میں ایک دوسری جگہ ہے:

''تب یرمیاہ نے دوسرا طومار کیا اور باروک بن نیریاہ منشی کو دیا اور اس نے اس کتاب کی سب باتیں، جسے شاہِ یہوداہ یہویقیم نے آگ میں جلایا تھا، یرمیاہ کی زبانی اس میں لکھیں اور ان کے سوا ویسی ہی اور بہت سی باتیں ان میں بڑھادی گئیں''۔ (۳۲:۳۶)

اس تفصیل سے تورات کے بارے میں قرآن کی یہ تنقید بالکل حقیقتِ واقعہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں یہود نے بہت سی باتیں اپنی طرف سے لکھ کر شامل کردی ہیں۔

۵-قراطیس

ایک اصطلاح 'قراطیس' کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا قَدَرُواْ اللّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُواْ مَا أَنزَلَ اللّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاء بِهِ مُوسَى نُوراً وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيراً وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُواْ أَنتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ قُلِ اللّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ۔ (الانعام:۹۱)

ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ لایا تھا، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعہ سے تم کو وہ علم دیا گیا جو نہ تمھیں حاصل تھا اور نہ تمھارے باپ دادا کو، آخر اس کا نازل کرنے والا کون تھا؟ بس اتنا کہہ دو کہ اللہ، پھر انھیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لیے چھوڑ دو۔

ابوالسعودؒ نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

''یعنی تم کتاب کو الگ الگ اوراق میں رکھتے ہو، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے کتاب کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ اس میں یہود کی کارستانی کی سخت مذمت کی گئی ہے، گویا انھوں نے کتاب کی حیثیت تبدیل کر کے اسے اوراق بنادیا ہے'' [1]

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمھارے پاس جو اصل کتاب موجود ہے اس سے نقل کر کے ٹکڑوں کی شکل میں پیش کرتے ہو اور اس طریقے سے اس میں جس طرح کی بھی تحریف، تبدیلی یا تاویل چاہتے ہو، کرگزرتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے'' [2]

لسان العرب میں ہے کہ ''قرطاس کے معنٰی صحیفہ کے ہیں۔ قرآن میں ہے وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَاباً فِيْ قِرْطَاسٍ۔ (الانعام:۷) دوسری جگہ ہے تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ۔ (الانعام:۹۱) [3]

القاموس میں ہے کہ ''قرطاس صحیفہ کو کہتے ہیں، خواہ کسی چیز کا ہو'' [4]

یہود کے کتابِ مقدس کو صحیفوں میں تقسیم کر دینے اور کچھ دکھانے اور کچھ چھپانے کے نتیجے میں درج ذیل باتیں ظاہر ہوئیں:

۱- ان صحیفوں کی کثرت اور ان میں سے کچھ ظاہر کرنے اور کچھ چھپانے کے عمل کی تکرار سے بعض صحیفے ضائع ہو گئے۔

---

[1] ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، ۳/۱۶۱

[2] تفسیر ابن کثیر، ۲/۱۵۶

[3] لسان العرب، مادہ قرطس

[4] القاموس المحیط، مادہ قس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- کتاب میں مذکور بعض واقعات کی ترتیب میں اختلاف ہو گیا۔
۳- بعض صحیفوں کے کچھ اجزاء دوسرے صحیفوں میں شامل ہو گئے۔

عہد نامۂ قدیم میں شامل موجودہ کتابوں میں پائے جانے والے تناقضات، اختلافات اور متشابہ مضامین کی یہ توجیہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

کتاب کے بعض حصوں کو ظاہر کرنے اور بعض حصوں کو چھپانے کے نتیجے میں واقعات کی ترتیب میں جو اختلاف ہوا اس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

کتاب خروج میں ہے:

"اور خدا نے مدیان میں موسیٰ سے کہا کہ مصر کو لوٹ جا، کیوں کہ وہ سب، جو تیری جان کے خواہاں تھے، مر گئے" (۴:۱۹)

اس عبارت کو درج ذیل عبارت کے معاً بعد ہونا چاہیے تھا:

"اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے اور روئے اور ان کا رونا جو ان کی غلامی کے باعث تھا، خدا تک پہنچا اور خدا نے ان کا کراہنا سنا اور خدا نے اپنے عہد کو جو ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ تھا، یاد کیا۔ (خروج ۲:۲۳-۲۴)

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں کے درمیان دو ابواب کا فاصلہ ہے، جن میں مدیان میں حضرت موسیٰ کی زندگی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کا سبب یا تو یہ ہے کہ مباحث میں الٹ پھیر ہو گیا ہے اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔ یا کئی لکھنے والوں کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔[۱] یا اس کتاب کے متعدد مراجع ہونے کی وجہ سے ایسا ہے۔[۲]

اسی طرح کتاب یشوع میں ہے:

"اور وہ کاہن جو خداوند کے عہد کا صندوق اٹھائے ہوئے تھے، یردن کے بیچ میں سوکھی زمین پر کھڑے رہے اور سب اسرائیلی

۱۔ Benett, w., The Century Bible, Exodus, Oxford, Undated, p.16

۲۔ Oesterly and Robinson, Hebrew Religion. London, 1937, pp 129-130

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خشک زمین پر ہو کر گزرے، یہاں تک کہ ساری قوم صاف یردن
کے پار ہو گئی"۔ (۳-۱۷)

عبارت بالا کے آخری فقرہ میں صراحت ہے کہ قوم دریائے یردن سے پار ہو گئی تھی۔ لیکن آگے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

"تب یشوع نے ان بارہ آدمیوں کو، جن کو اس نے بنی اسرائیل
میں سے قبیلہ پیچھے ایک آدمی کے حساب سے تیار کر رکھا تھا، بلایا
اور یشوع نے ان سے کہا: تم خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق
کے آگے آگے یردن کے بیچ میں جاؤ"۔ (۴:۴-۵)

صاف معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب الٹ گئی ہے۔ اس طرح کے تناقضات کو دیکھتے ہوئے عہد نامۂ قدیم کے بعض ناقدین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس کتاب کی حیثیت ایک اکائی کی سی نہیں ہے۔[1]

بعض دوسرے ناقدین کا خیال ہے کہ یہ کتاب گزشتہ پانچ کتابوں کا تسلسل ہے۔ ان کتابوں کی تدوین میں جو مراجع پیشِ نظر رہے ہیں وہی اس کتاب (یشوع) کے بھی مراجع ہیں۔[2]

کتاب کو صحیفوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان سے کھلواڑ کرنے سے بہت سے صحیفے ضائع ہو گئے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے۔

۶- لَیّ لسان (زبان کا الٹ پھیر)

قرآن نے اہلِ کتاب پر تنقید کرتے ہوئے ایک اصطلاح 'لَیِّ لسان' کی استعمال کی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيقًا يَلۡوُۥنَ أَلۡسِنَتَهُم بِٱلۡكِتَٰبِ لِتَحۡسَبُوهُ مِنَ

---

1. Bentzen, Introduction to the Old Tastament vol:11, 2nd ed. Copenhagen 1942, p.82
2. Driver, S. An Introduction to the Literature of the Old Testament, New York,1956, p.104

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْکِتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَقُوْلُوْنَ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَمَا ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ (آل عمران:۷۸)

(ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے، حالاں کہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، حالاں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔)

اس آیت میں اہلِ کتاب کا تذکرہ ہے اور ان میں یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں۔ اس سے پہلے کی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا بیان ہے، پھر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنی قربت کا اظہار کرتے ہیں، اس کے بعد اہلِ کتاب میں سے ان لوگوں کا ذکر ہے جو دوسروں کے حقوق مارنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔

بہر حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ دونوں 'لیِ لسان' کرتے ہیں۔ یعنی کتاب میں تحریف کرتے ہیں اور اسے معنیٰ مقصود سے پھیرتے ہیں۔ مجاہدؒ، قتادہؒ، ابن جریجؒ اور ربیعؒ وغیرہ نے یہی تشریح کی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لی سے مراد یہاں آیات کی غلط تشریح ہے۔[1]

لی کے لغوی معنیٰ میلان کے ہیں۔ قرطبیؒ نے آیتِ بالا کی تفسیر میں لکھا ہے:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور ان کے معنیٰ مقصود سے پھیرتے ہیں۔ لی کے اصل معنیٰ موڑ لینے کے ہیں: لوی بیدہ: اس نے اپنا ہاتھ موڑ لیا۔ لوی برأسہ: اس نے منہ پھیر لیا۔"[2]

---

[1] تفسیر طبری، ۱/۳۶۴-۳۶۵

[2] الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)، ۴/۱۲۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن کثیرؒ نے اس کے معنیٰ میں وسعت دی ہے۔ فرماتے ہیں:

''ان میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو کلام اللہ کے الفاظ میں تحریف اور تبدیلی کرتے تھے۔ انھیں معنیٰ مراد سے ہٹا دیتے تھے، تاکہ ناواقف لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر دیں کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں وہ اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔ اس طرح وہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھتے ہوئے ایک غلط بات کو اس کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ مجاہدؒ، شعبیؒ، حسنؒ، قتادہؒ اور ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں 'یلوون' سے مراد یہ ہے کہ وہ تحریف کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ''وہ لوگ تحریف کرتے تھے اور آیات کا غلط مفہوم بتاتے تھے۔ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کی کتاب کا ایک لفظ بھی نہیں ہٹا سکتا۔ وہ لوگ آیات کے الفاظ میں تبدیلی نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی غلط تاویل کرتے تھے۔''[۱]

لیّ کی اصل (رسّی) بٹنا اور موڑنا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

لوی یده الله الذی هو غالبه

(اللہ نے، جو غالب ہے، اس کا ہاتھ موڑ دیا)

اس تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ 'لیّ لسان' میں تحریف، تبدیلی، جھوٹ، افتراء اور غلط تاویل وغیرہ سب شامل ہے۔ جب زبان کو توڑ مروڑ کر ہی کہنا ٹھہرا تو جو چاہے منہ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

اگر ہم اس تنقیدی اصطلاح کا تعلق بعض الفاظ کے مخارج اور طریقۂ ادا سے لیں تو عہد نامۂ قدیم کی کتابوں میں اس کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ان میں بہت سے نام کہیں ایک انداز سے لکھے گئے ہیں، کہیں دوسرے انداز سے، اس

---

[۱] تفسیر ابن کثیر، ۱/۳۸۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے ان کا تعین نہیں ہو پاتا۔ مثلاً ایک ہی نام کو کتاب سموئیل دوم ۲۴:۱۶ میں 'یبوسی اروناہ' اور کتاب تواریخ اول ۲۱:۱۵ میں 'یبوسی ارنان' لکھا گیا ہے۔ مدیان کے کاہن، جن کی لڑکیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانی پلایا تھا، ان کا نام کتاب خروج (۲:۱۸) میں رعوایل مذکور ہے، لیکن کچھ ہی آگے چل کر (خروج ۳:۱) اس کا نام 'یترو' ہو جاتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی ماں کا نام کتاب سموئیل دوم (۱۱:۳،۱۲:۲۴) میں بت سبع بنت العام اور کتاب تواریخ اول (۳:۵) میں بت سوع بنت عمّی ایل ہے۔ دو مقامات کا نام کتاب استثناء (۱۰:۶-۷) میں موسیرہ اور جدجودہ درج ہے، جب کہ کتاب گنتی (۳۳:۳۰-۳۲) میں وہ موسیرت اور حور ہجد جاد ہو گئے ہیں۔

اگر تحریف، جھوٹ، افتراء اور بے جا تاویل وغیرہ کو 'لیِّ لسان' کی مختلف صورتیں قرار دیا جائے کہ یہ ساری چیزیں زبان کی آفات میں سے ہیں، تو ان کی مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔

مذکورہ بالا قرآنی اصطلاحات میں سے کچھ مطلق اور عمومی ہیں، مثلاً تحریف وغیرہ، اور کچھ متعین اور مخصوص، مثلاً کتابت اور تبدیل (یعنی ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لے آنا)۔ نصوصِ تورات کے سلسلے میں یہ دقیق تنقیدی اصطلاحات استعمال کر کے قرآنِ کریم نے نصوص کے تنقیدی مطالعہ کی بنیادیں استوار کی ہیں۔ ان بنیادوں سے ابتدائی دور کے مسلمان محققین نے استفادہ کیا ہے اور مغرب میں اس علم کے رواج کی راہ ہموار کی ہے۔ آج ادیان و مذاہب کے تنقیدی مطالعات کے میدان میں جو کام ہوا ہے اور خاص طور پر مغرب میں عہد نامۂ قدیم کے نصوص کے بارے میں جو تنقیدی مطالعات کیے گئے ہیں وہ سب قرآن کی انہی تنقیدی اصطلاحات کے دائرے میں ہیں۔

(عربی مضمون حولیة الجامعة الاسلامية العالمية، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، شمارہ ۴، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا تھا)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحف ابراہیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمار ان اولوالعزم پیغمبروں میں ہوتا ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے عالم گیر دعوت کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی وحی نازل کی، تاکہ وہ اللہ کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کریں، اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کے انعامات کی بشارت دیں۔

قُولُوٓا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ۔ (البقرۃ:۱۳۶)

(کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب کی طرف نازل ہوئی ہے۔)

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ آں حضرت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ۔ (النساء:۱۶۳)

((اے محمد) ہم نے تمھاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم، اسحاق، یعقوب کی طرف وحی بھیجی۔)

یہی نہیں، بلکہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر متعدد صحیفے نازل کیے۔ قرآن کریم وہ واحد الہامی و آسمانی کتاب ہے جس نے اپنی تعلیمات میں 'صحف ابراہیم' کی طرف اشارہ کیا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ دوسری الہامی کتابوں میں اس کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

سورۂ نجم میں ہے:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوسٰى. وَإِبْرٰهِيمَ الَّذِيْ وَفّٰى۔
(النجم:۳۶-۳۷)

(کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے، جس نے وفا کا حق ادا کردیا۔)

سورۂ اعلیٰ میں قرآن کریم بعض تعلیمات بیان کرنے کے بعد کہتا ہے:

إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى. صُحُفِ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى ۔(الاعلیٰ:۱۹)

(یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔)

صحف ابراہیم کی تعداد؟

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''میں نے حضورؐ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں؟ ارشاد فرمایا: ایک سو چار کتابیں: حضرت شیثؑ پر پچاس صحیفے، حضرت ادریسؑ پر تیس صحیفے، حضرت ابراہیمؑ پر دس صحیفے، حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کرنے سے پہلے دس صحیفے اور تورات، انجیل، زبور اور قرآن'' ۔[1]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ان روایات میں حضرت موسیٰ پر تورات نازل ہونے سے پہلے کسی صحیفہ کے نازل ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔[2]

---

۱ حیاۃ ابراہیم، احمد شلبی، ص ۴۲۸، قصص الانبیاء، ثعلبی، ص ۱۰۶

۲ کتاب المعارف، ابن قتیبہ، ص ۱۶۔ کتاب التیجان، ابن ہشام، ص ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحف ابراہیم کا زمانہ نزول

'صحف ابراہیم' کب نازل ہوئے؟ اس کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔ غالب گمان یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ قوم لوط کی ہلاکت کے بعد نازل ہوا ہے، اس لیے کہ صحف ابراہیم کی جن بعض تعلیمات کا قرآن نے حوالہ دیا ہے ان میں قوم لوط کا بھی ذکر ہے۔ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى۔ اس آیت میں قوم لوط کی بستیوں کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔ ان کو 'موتفکہ' کہا گیا ہے، اس لیے کہ وہ الٹ کر تباہ و برباد کر دی گئی تھیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کی طرف اپنے ایک رسالہ میں اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحف قوم لوط کی ہلاکت کے بعد ملے ہوں گے۔ اس لیے کہ سورۂ نجم میں قوم لوط کے ہلاک ہونے کا بھی ذکر ہے'' ۔[1]

علامہ طبریؒ نے اپنی تفسیر میں ابوخالد سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''صحف ابراہیم رمضان کی پہلی رات کو نازل ہوئے تھے'' ۔[2]

صحف ابراہیم عصر حاضر میں؟

صحف ابراہیم کا وجود آج کل ہے (خواہ توریت و انجیل کی طرح محرف صورت میں) یا نہیں؟ اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ حوادثِ زمانہ کی نذر ہو گئے اور آج ان کا کوئی وجود باقی نہیں۔ البتہ اس زمانے میں بعض کتابیں ایسی ملتی ہیں، جنھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے ان کے بعض مشتملات اصلی صحف ابراہیم سے مستفاد ہوں، اللہ اعلم بالصواب۔

۱۸۹۲ء میں ایم۔ آر جیمس نے یونانی زبان سے ایک قدیم 'صحیفۂ ابراہیمی' کا

---

[1] الترتیب اللطیف فی قصہ الکلیم والحنیف، مولانا اشرف علی تھانوی، ص ۴۰

[2] تفسیر جامع البیان، طبری، تیسواں پارہ، ص ۱۵۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ کیمبرج سے شائع کیا اور پھر اور بھی یورپی زبانوں میں اس کے ایڈیشن نکلے ہیں۔[۱]

اسی طرح لندن کی ایک مذہبی سوسائٹی نے ۱۹۲۷ء میں ایک کتاب 'وصیت نامہ ابراہیم' (THE TESTAMENT OF ABRAHAM) کے نام سے شائع کی تھی، جو یونانی زبانی میں کسی کتاب کا ترجمہ تھی اور اس کو مسٹر جی-ایچ-بوکس نے یونانی سے انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب عبرانی زبان میں تھی اور اس کو پہلی صدی عیسوی میں مصر میں یونانی زبان کا لباس پہنایا گیا تھا۔[۲]

ڈاکٹر اسماعیل راجی فاروقی پروفیسر ٹمپل یونی ورسٹی فلاڈیفا امریکہ نے اپنی کتاب 'العروبہ' میں ایک کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے، جسے کسی زمانہ میں ایک بائبل سوسائٹی نے صحیفۂ ابراہیم (THE BOOK OF ABRAHAM) کے نام سے شائع کیا تھا، اس کی بعض تعلیمات کا قرآن کی تعلیمات سے موازنہ کیا ہے اور بڑے دل چسپ انداز میں دونوں کی تعلیمات میں یکسانیت دکھانے کی کوشش کی ہے۔[۳]

صحف ابراہیم کی تعلیمات

قرآن کریم نے نہ صرف یہ کہ صحف ابراہیم کا تذکرہ کیا ہے، بلکہ ان کی بعض تعلیمات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اگر قرآن کے یہ اشارے نہ ہوتے تو صحف ابراہیم کے بارے میں جاننے کا ہمارے پاس کوئی مستند ذریعہ نہ ہوتا۔ قرآن کے علاوہ بعض احادیث میں بھی کچھ تعلیمات مذکور ہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآن میں دو جگہ صحف ابراہیم کی بعض تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ ایک سورۂ نجم میں اور دوسری سورۂ اعلیٰ کی آخری آیات میں۔

سورۂ نجم میں ہے:

"کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس

۱۔ تفسیر ماجدی، مولانا عبدالماجد دریابادی (تاج کمپنی)، ص ۱۱۹۱

۲۔ ماہ نامہ برہان، دہلی، مئی ۱۹۸۲ء، بحوالہ علامہ عبداللہ یوسف علی کی انگریزی تفسیر

۳۔ ماہ نامہ برہان، دہلی، مئی ۱۹۸۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے، جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے، مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی سعی عن قریب دیکھی جائے گی اور اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔ اور یہ کہ آخر کار پہنچنا تیرے رب ہی کے پاس ہے۔ اور یہ کہ اس نے ہنسایا اور اسی نے رلایا۔ اور یہ کہ اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی بخشی۔ اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا، ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذمہ ہے اور یہ کہ اسی نے غنی کیا اور جائداد بخشی۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو ایسا مٹایا کہ ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو تباہ کیا۔ کیوں کہ وہ تھے سخت ظالم و سرکش لوگ اور اوندھی گرنے والی بستیوں کو اٹھا پھینکا۔ پھر چھا دیا ان پر وہ کچھ جو (تم جانتے ہو کہ) کیا چھا دیا۔ پس (اے مخاطب) اپنے رب کی کن کن نعمتوں پر تو شک کرے گا" (النجم:۳۶-۵۵)

سورۂ اعلیٰ میں ہے:

"فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں"۔ (الاعلیٰ:۱۴-۱۹)

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحف ابراہیم میں امثال و حکم کے مضامین تھے:

حضرت ابوذرؓ سے مروی ایک حدیث میں صحف ابراہیم کی بعض تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل فرمائے۔ (حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول! صحف ابراہیم میں کیا باتیں تھیں؟ فرمایا: صحف ابراہیم تمام کے تمام 'امثال' پر مشتمل تھے (ان میں سے بعض امثال یہ ہیں):

"اے فریب خوردہ بادشاہ! میں نے تجھے دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ تو دنیا کا مال و متاع جمع کرنے میں لگ جائے، بلکہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے، تاکہ تو مجھ تک مظلوم کی بددعا نہ پہنچنے دے۔ کیوں کہ میں مظلوم کی بددعا کو نہیں لوٹاتا ہوں، خواہ کافر ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔

"عقل مند کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے کچھ ساعتیں مخصوص کرلے۔ ایک ساعت میں اپنے رب سے مناجات کرے۔ ایک ساعت میں اللہ کی صنعت و کاری گری میں غور و فکر کرے، ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور ایک ساعت میں کھانے پینے کی حلال ضرورتوں کو پورا کرے۔

"عقل مند کو چاہیے کہ وہ اپنے زمانے سے واقف اور آگاہ ہو۔ صرف اپنے کام سے کام رکھنے والا اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو شخص اپنی گفتگو کو اپنے اعمال کا جزء سمجھے گا وہ لایعنی اور فضول باتوں سے احتراز کرے گا"۔[1]

"عقل مند کو چاہیے کہ وہ تین چیزیں حاصل کرے: زندگی گزارنے کے لیے روزی، آخرت کے لیے زاد اور حلال ذرائع سے لذت"۔[2]

علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں قرآن کریم کی کچھ مزید آیتوں کے بارے میں روایات نقل کی ہیں کہ وہ صحف ابراہیم میں بھی تھیں۔

الحاصل قرآن کریم وہ واحد الہامی کتاب ہے جس نے نہ صرف یہ کہ صحف ابراہیم کا ذکر کیا، بلکہ اس کی بعض تعلیمات کا حوالہ دے کر ان کی تصدیق بھی کی ہے۔

☆☆☆

---

[1] الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، اول، ص ۷۱، المختصر فی تاریخ البشر، ابوالفداء اسمٰعیل، اول، ص ۱۴، حیاۃ ابراہیم، ص ۴۲۹

[2] حیاۃ ابراہیم، ص ۴۲۹، قصص الانبیاء للثعلبی، ص ۱۰۶-۱۰۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت ابراہیمؑ: بائبل اور قرآن کا تقابلی مطالعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مسلمان دونوں انھیں عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دونوں کی مذہبی کتابوں (بائبل اور قرآن) میں ان کا تذکرہ تفصیل سے آیا ہے۔

بائبل کا جب ہم اس نقطۂ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کو کس حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور آپؑ کی حیات طیبہ پر کیا روشنی ڈالی گئی ہے؟ تو بڑی تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت سے قبل کی زندگی کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ باپ کو بت پرستی سے تنبیہ، قوم سے محاجہ اور کش مکش، نمرود سے مکالمہ و مباحثہ، بت پرستی کے خلاف آپؑ کی عملی جدو جہد، آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ اور ماقبل ہجرت کی وہ دیگر تفصیلات، جن کا قرآن ذکر کرتا ہے، بائبل ان سے مطلق تعرض نہیں کرتی۔ اس میں حضرت ابراہیمؑ سے متعلق اگر کچھ ملتا ہے تو وہ ہجرت کے بعد کی تفصیلات ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بائبل کے بیانات کا خلاصہ پیش کر دیا جائے، تاکہ اس کے بالمقابل قرآن کی پیش کردہ تصویر واضح ہو سکے۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی بائبل کی روشنی میں

حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ بائبل کی کتاب پیدائش باب ۱۱ تا باب ۲۵ میں آیا ہے۔ اس میں ان کا نسب نامہ مذکور ہونے کے بعد اچانک ان کی ہجرت کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور وہ بھی اس طرح گویا ایک خاندان فکرِ معاش میں ایک جگہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہے۔ مزید برآں بائبل کا بیان ہے کہ اس ہجرت میں حضرت ابراہیمؑ کا باپ بھی ان کے ساتھ تھا۔ ان لوگوں نے کنعان کی طرف ہجرت کی اور حاران پہنچ کر قیام کیا۔ (باب ۱۱: ۲۷-۳۲)

باپ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو حکم ملتا ہے کہ اپنے وطن سے نکل کر کنعان کی طرف ہجرت کرو۔ چنانچہ آپ اپنی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط کے ساتھ وہاں سے کنعان ہجرت کر جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے جنوب کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ پھر قحط سالی کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتے ہوئے مصر پہنچتے ہیں اور وہیں حضرت سارہ سے متعلق مشہور واقعہ پیش آتا ہے۔ (باب ۱۲)

مصر سے واپسی پر حضرت ابراہیمؑ پھر کنعان کے جنوب کی سمت روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھیڑوں، بکریوں، گایوں اور بیلوں کا ریوڑ ہوتا ہے۔ راستے میں ایک جگہ ان کے چرواہوں کا ان کے بھتیجے لوطؑ کے چرواہوں سے جھگڑا ہو جاتا ہے، جس کے سبب دونوں اپنے اپنے ریوڑ کے ساتھ الگ الگ چلے جاتے ہیں۔ (باب ۱۳: ۱-۱۳)

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ پر بشارتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، مگر کچھ اشارہ نہیں ملتا کہ یہ بشارتیں کیوں دی جا رہی ہیں؟ پھر دو فریقوں کی جنگ میں حضرت لوطؑ کے قید ہو جانے اور حضرت ابراہیمؑ کے رہائی دلانے کے واقعے کے بعد حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کی تفصیلات ہیں کہ حضرت سارہ کی اجازت سے آپ نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کیا، مگر جب وہ امید سے ہوئیں تو حضرت سارہ ان سے حسد اور ان پر زیادتیاں کرنے لگیں، جس کے سبب ہاجرہ وہاں سے بھاگ کر ایک بیابان میں پہنچیں، مگر ایک فرشتے کے کہنے پر پھر واپس آ گئیں اور ان سے حضرت اسماعیلؑ کی ولادت ہوئی۔ (باب ۱۳: ۱۴ تا باب ۱۶ مکمل)

آگے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت اور قوم لوط پر عذاب کی تفصیلات مذکور ہیں۔ (باب ۱۷ تا باب ۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائبل کے بیان کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے ایک بار پھر جنوب کی طرف سفر کیا۔ راستے میں جرار نامی ایک مقام پر ٹھہرے۔ وہاں کے بادشاہ نے بھی حضرت سارہ پر دست درازی کرنی چاہی، مگر اللہ کے فضل سے وہ محفوظ رہیں۔ (باب ۲۰)

اس کے بعد بائبل حضرت سارہ سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ کرتی ہے۔ اس کے مطابق حضرت اسحاقؑ کی ولادت کے بعد حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ اور ان کے بچے اسماعیلؑ سے حسد کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا ٹھٹھے مارتا ہے، تو ان کو گھر سے نکال دے۔ وہ میرے بیٹے اضحاق (اسحاق) کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے روٹی اور پانی کی ایک مشک ہاجرہ کے حوالے کرکے اسے گھر سے نکال دیا۔ وہ بے آب و گیاہ وادی میں پہنچی اور وہیں رہنے لگی۔ (باب ۲۱:۱-۲۱)

آگے بائبل بیان کرتی ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ کی آزمائش کی اور ان کو اپنے بیٹے اضحاق کو قربان کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیمؑ اس آزمائش میں پورے اترے۔ چنانچہ اسحاق کے بجائے ایک مینڈھے کو قربان کیا گیا۔ (باب ۲۲:۱-۱۹)

اس کے بعد حضرت اسحاقؑ کی شادی، پھر وفات اور مدفن کا تذکرہ ہے۔ (باب ۲۴)

بائبل اور قرآن کے بیانات میں فرق

یہ ہے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بائبل کی بیان کردہ تفصیلات کا خلاصہ۔ اس سے بائبل اور قرآن کے بیانات میں فرق نمایاں ہوکر سامنے آجاتا ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن بائبل کا خوشہ چیں نہیں، بلکہ اس کی تحریفات کی اصلاح کرنے والا ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ سفر ہجرت میں حضرت ابراہیمؑ کا باپ ساتھ تھا، مگر قرآن کہتا ہے، وہ تو حضرت ابراہیمؑ کا دشمن بن گیا تھا اور انھیں وطن سے نکلوانے میں پیش پیش تھا:

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرٰهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا۔ (مریم:۴۶)

(باپ نے کہا: "ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگ سار کروں گا۔ بس تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔)

بائبل کہتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ قحط سالی کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتے رہے، جب کہ قرآن کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اللہ کی دعوت عام کرنے کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک قوم سے دوسری قوم کے پاس تشریف لے گئے:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ۔ (الصّٰفّٰت:۹۹)

(ابراہیمؑ نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ وہی میری رہ نمائی کرے گا۔)

بائبل حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ کی علیحدگی کا سبب ان کے چرواہوں کے درمیان جھگڑا بتاتی ہے، مگر قرآن کہتا ہے کہ حضرت لوطؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم (بنی سدوم) کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا:

وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (الصّٰفّٰت:۱۳۳)

(اور لوط بھی انہی لوگوں میں سے تھا جو رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔)

بائبل میں حضرت ابراہیمؑ سے متعلق بہت سی بشارتوں کا ذکر ہے، مگر کچھ پتا نہیں چلتا کہ یہ بشارتیں کس وجہ سے دی جا رہی ہیں؟ برخلاف اس کے قرآن صراحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی متعدد آزمائشیں کیں اور جب وہ ان میں پورے اترے تو اس نے انھیں بہت سی بشارتیں دیں، متعدد انعامات سے نوازا اور آپ کو ساری دنیا کا امام بنا دیا:

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرٰهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ (البقرۃ:۱۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یاد کرو، جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور
وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا کہ ”میں تجھے سب لوگوں
کا پیشوا بنانے والا ہوں۔)

بائبل ایک عفیف خاتون (حضرت سارہ) پر، جو ایک جلیل القدر نبی کی بیوی اور ایک نبی کی ماں ہے، یہ الزام لگاتی ہے کہ وہ اپنی سوکن کے بچے کو پرورش پاتا دیکھ کر اس سے حسد کرنے لگی اور اسے اس کی ماں سمیت گھر سے نکال دینے پر مجبور کیا اور اس کے شوہر بھی، جو ایک جلیل القدر نبی ہیں، اس پر تیار ہو گئے۔ برخلاف اس کے قرآن سے اشارہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا حضرت اسماعیلؑ کو ان کی ماں (حضرت ہاجرہ) سمیت ایک بے آب و گیاہ وادی میں لا بسانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔

غرض بائبل میں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کی جو تفصیلات مذکور ہیں، ان سے قطعاً یہ اظہار نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کے ایک رسول تھے اور انھیں ایک قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا، انھوں نے اللہ کا دین پھیلانے کے لیے اس کے حکم کے مطابق مختلف مقامات کا سفر کیا اور اس کے لیے مراکز قائم کیے۔

سیرت ابراہیمی قرآن میں

بائبل کے برخلاف قرآن سے حضرت ابراہیمؑ کی زندگی پر مفصل روشنی پڑتی ہے اور ان کے اوصاف روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ تقریباً ۶۶ مقامات پر آیا ہے۔ ہر جگہ آپ کی کسی نہ کسی اہم خصوصیت اور فضیلت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ قرآن نے آپ کی زندگی کو محض واقعاتی اور حکایاتی طرز پر نہیں بیان کیا ہے، بلکہ یہ تفصیلات پیش کرنے کا مقصد دعوت و جہاد، حکمت و مصلحت، رحمت و رافت اور ایمان و یقین کے پہلوؤں سے ان کا اسوہ پیش کرنا ہے۔

قرآن کریم آپ کو ایک عظیم داعی کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، جس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی پوری زندگی دعوت کی راہ میں لگادی، نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد سے زندگی کے آخری لمحے تک آپ اللہ کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچاتے رہے۔ ابتدا میں آپ نے اپنے باپ اور خاندان کو دعوت دی، پھر اپنی قوم کو سمجھایا۔ ان لوگوں نے آپ کا انکار کیا، مگر آپ برابر سرگرمِ عمل رہے۔ آزمائش کی بھٹیاں گرم کی گئیں، آگ کے الاؤ تیار کیے گئے، مگر کوئی بھی چیز آپ کے پائے استقامت میں ادنیٰ سی بھی لرزش پیدا نہ کرسکی:

وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرٰهِيمَ. إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ. إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ. أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ. فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (الصّٰفّٰت: ۸۳-۸۷)

(اور (نوح) ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیم تھا، جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر آیا، جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کررہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟ آخر رب العالمین کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟)

پھر جب آپ اپنی قوم سے مایوس ہوگئے تو دوسرے مقامات پر دینِ حق کی اشاعت کی خاطر گھربار چھوڑا، وطن کو خیرباد کہا اور ہجرت کرکے حران، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ گئے۔ ہر جگہ اللہ کا دین عام کرنے کی کوشش کی اور دعوت کے مراکز قائم کیے۔ آخر میں مکہ میں اپنی عالم گیر دعوت کے مرکز کے طور پر بیت اللہ کی تعمیر کی:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ۔ (البقرۃ: ۱۲۷)

(اور یاد کرو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے...)

قرآن کریم آپ کو ایک 'حکیم' کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، جس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی قوم کے سامنے اللہ کی دعوت پوری حکمت کے ساتھ پیش کی۔ آپ کا اسلوب دعوت نہایت حکیمانہ تھا۔ آپ نے مخاطبین کی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی دعوت پیش کی۔

قرآن میں ایک جگہ حضرت ابراہیمؑ کے تفصیلی تذکرے کے بعد ہے:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ (النحل:۱۲۵)

(اے نبی اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔)

گویا قرآن کی نظر میں حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت حکمت، موعظت اور مجادلہ حسنہ کا بہترین نمونہ اور دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ رحمت ورأفت اور حلم و بردباری کے پیکر نظر آتے ہیں۔ آپ کی پوری زندگی میں ایک عمل بھی ایسا نہیں ملتا جس میں سختی ہو۔ سوائے بت شکنی کے۔ لیکن اگر ہم اس کو بھی بہ نظر غائر دیکھیں تو اس کے پس پردہ حضرت ابراہیمؑ کی رحم دلی نظر آتی ہے۔ وہ اپنی قوم کو آخرت کے دردناک عذاب سے بچانے کے اس قدر خواہاں تھے کہ انھیں بت پرستی کی گندگی سے نکال کر دائرہ ایمان میں لانے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہوئے۔ باپ کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے جتنی تکلیف ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ جب آپ وطن سے ہجرت کرنے لگے اس وقت اپنے باپ کے سلسلے میں آپ کی زبان سے جو کلمات عالیہ نکلے وہ رحم دلی اور نرمی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آپ نے رخصت ہوتے ہوئے بڑے دردمندانہ لہجے میں فرمایا:

سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا۔ (مریم:۴۷)

(سلام ہے آپ کو، میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاف کردے۔ میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔)

یہی نہیں، بلکہ مسلسل اس وقت تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے جب تک کہ آپ کو یقینی طور پر معلوم نہیں ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے، اس لیے دعا واستغفار کا مستحق نہیں۔ (التوبۃ: ۱۱۴)

قوم لوط پر عذاب کے سلسلے میں بھی قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کی رحم دلی و بردباری کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے آخر تک پوری کوشش کی کہ اس قوم سے اللہ کا عذاب ٹل جائے۔ قرآن نے اس کے لیے بڑی لطیف تعبیر اختیار کی ہے:

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ. إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ۔

(ہود: ۷۴-۷۵)

(اس نے قوم لوط کے معاملے میں ہم سے جھگڑا شروع کیا۔

حقیقت میں ابراہیم بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا۔)

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس ہستی کے رحم وکرم کا کیا عالم ہوگا اور اس کی رفعت کا کیوں کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس کی سند خود خالقِ کائنات نے عطا فرمائی ہو۔

قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی زندگی اس حیثیت سے بھی پیش کی ہے کہ وہ باطل کے خلاف جہاد مسلسل سے عبارت ہے۔ بعثت کے روز اول ہی سے وہ کفر وشرک کے مقابلے میں برسرپیکار رہے اور ایک لمحہ بھی مداہنت ومصالحت کے لیے تیار نہ ہوئے۔ انھوں نے اپنی قوم کے سامنے بغیر لگی لپٹی کے صاف صاف اعلان کردیا تھا کہ تم لوگ گم راہ ہو اور یہ جو بت پوج رہے ہو یہ سب گم راہی میں ڈالنے والے ہیں، میرے نزدیک تو عبادت کے لائق وہی ایک ذات ہے جس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کی ضرورتیں پوری کرتا ہے:

قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ. أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ. فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِينَ. الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ. وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ. وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَشۡفِيۡنِ. وَالَّذِیۡ يُمِيۡتُنِیۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡنِ۔ (الشعراء: ۷۵-۸۰)

((ابراہیم) نے کہا: کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو دیکھا بھی، جن کی بندگی تم اور تمھارے پچھلے باپ دادا بجالاتے رہے؟ میرے تو یہ سب دشمن ہیں۔ بجز ایک رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہ نمائی فرماتا ہے۔ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا۔)

قرآن نے آپ کی صفت 'حنیفیت' کو ایک اسوۂ حسنہ کے طور پر پیش کیا ہے:

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِیۡۤ إِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ إِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ أَبَدًا حَتّٰی تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ۔ (الممتحنہ: ۴)

(تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمھارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بے زار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔)

حضرت ابراہیمؑ کو اپنی زندگی میں متعدد آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ ان سب میں سرخ رو رہے۔ ابتدا میں آپ کی دعوتِ توحید سے برہم ہوکر آپ کو زندہ جلادیے جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے 'نارِ نمرود' کو گلزار بنادیا۔ پھر آپ وطن سے ہجرت کرجاتے ہیں اور ایک عرصے تک مسافرت کی زندگی گزارتے ہیں۔ طویل انتظار کے بعد جب اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ ایک فرزند سے نوازتا ہے اور مدت سے دل میں بسی ہوئی آرزو شرمندۂ تعبیر ہوتی ہے تو فوراً ہی ایک آزمائش اور کی جاتی ہے اور حکم ملتا ہے کہ اپنے لختِ جگر کو اس کی والدہ سمیت اپنے سے جدا کردو اور انھیں بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ۔ اللہ کا مخلص بندہ آزمائش کی اس حد کو پار کر جاتا ہے۔ اسے تو ابھی آزمائش کے اور بھی مراحل طے کرنے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے رب کے حکم کے مطابق اپنے لخت جگر کو اس کی والدہ سمیت بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آتے ہیں۔ پھر جب ایک عرصے کے بعد وہاں پہنچتے ہیں تو اللہ کی قدرت کے مناظر دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ بچہ اللہ کی مخصوص نگرانی میں پروان چڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ دوڑنے بھاگنے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور باپ کے دل میں اس کی محبت بڑھ جاتی ہے تو پھر اسے آزمائش کی ایک اور کسوٹی پر کسا جاتا ہے۔ حکم ملتا ہے کہ اپنی سب سے عزیز چیز (اپنے لخت جگر) کو میرے حکم سے قربان کردو۔ قربانی بیٹے کی اور وہ بھی ایسا بیٹا جو بڑھاپے کا سہارا ہو۔ آزمائش کا کتنا سخت مرحلہ تھا۔ مگر اللہ کے اس بندے نے اس مرحلے کو بھی پار کرلیا اور اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ اس آزمائش میں کام یاب ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اسے انعامات سے نوازا اور اس پر اپنی رحمتوں کی بارش کی:

> إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْبَلَـٰٓؤُا الْمُبِينُ. وَفَدَيْنَـٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْـَٔاخِرِينَ. سَلَـٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ. كَذَٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ. إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ۔ (الصّٰفّٰت:۱۰۶-۱۱۱)
>
> (یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیم پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خلّت (دوستی) سے نوازا اور رہتی دنیا تک تمام انسانوں کا امام بنادیا:

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرٰهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ (البقرۃ:۱۲۴)

(یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا کہ "میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔)

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيمَ خَلِيلًا۔ (النساء:۱۲۵)

(اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنالیا۔)

تورات میں بھی مختلف بشارتوں کے علاوہ بعض جگہوں پر صراحتاً آپ کے خلیل اللہ ہونے کا تذکرہ ہے، مثلاً:

"اے یعقوب جس کو میں نے پسند کیا، جو میرے دوست ابرہام کی نسل سے ہے۔" (یسعیاہ، باب ۴۱:۸)

قرآن کریم حضرت ابراہیمؑ کی حیات طیبہ کو اس حیثیت سے بھی پیش کرتا ہے کہ وہ مادیت کے خلاف ایک جنگ اور اسباب کی بندگی کے خلاف ایک چیلنج تھی۔ جدید اثری تحقیقات سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ان کی قوم کا نقطۂ نظر زندگی کے بارے میں خالص مادہ پرستانہ تھا۔ وہ اسباب کو ذاتی طور پر مؤثر سمجھنے اور حد سے زیادہ ان پر اعتماد کرنے لگے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعوت دراصل شرک و بت پرستی کے ساتھ اس مادیت پرستی کے خلاف بھی ایک بغاوت تھی۔

لوگ سمجھتے تھے کہ زندگی گزارنے کے لیے سرسبزی و شادابی اور آب و گیاہ وغیرہ کی فراوانی ضروری ہے اور ان کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اسی لیے وہ ایسی جگہوں کا انتخاب کرتے تھے جہاں بہت زیادہ شادابی اور ہریالی ہو۔ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برخلاف حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گھر والوں کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب فرمایا، جو بے آب و گیاہ، چٹیل اور بیابان تھی، جہاں بہ ظاہر زندگی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، جہاں سرسبزی و شادابی نام کو نہ تھی۔ مگر آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب مہیا کر سکتا ہے کہ شادابی نہ ہونے کے باوجود یہاں انسان خوش حالی اور اطمینان و سکون کی زندگی گزارے۔ اسی لیے آپ نے اپنی اولاد کو وہاں ٹھہراتے وقت یہ دعا کی تھی:

> رَّبَّنَآ إِنِّىٓ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِى بِوَادٍ غَيْرِ ذِى زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ ٱلْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجْعَلْ أَفْـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهْوِىٓ إِلَيْهِمْ وَٱرْزُقْهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ (ابراہیم:۳۷)
>
> (پروردگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔ لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔)

اور ایسا ہی ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہاں کی سرزمین ناقابل کاشت ہونے کے باوجود سال کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ دنیا کے ہر طرح کے تر و تازہ پھل وہاں نہ پائے جاتے ہوں۔ وہ چٹیل اور غیر آباد جگہ، جہاں ابتدا میں صرف دو افراد (ماں اور بیٹا) پر مشتمل ایک قافلہ آ کر بسا تھا، اب ایک عظیم الشان مرکز کی شکل میں تبدیل ہو چکی ہے، جہاں ہر سال پوری دنیا کے لاکھوں انسان قصد کرتے ہیں اور وہ سرزمین، جہاں پانی ملنا محال تھا، وہاں قدرت خداوندی سے ایک ایسا شیریں چشمہ پھوٹ پڑا، جو اب تک نہ جانے کتنے انسانوں کو سیراب کر چکا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ کتاب کون ہیں؟

قرآن کریم میں بعض گروہوں کو 'اہلِ کتاب' یا اسی جیسے الفاظ (مثلاً الذین أوتوا الکتاب، الذین آتیناھم الکتاب، الذین أوتوا نصیباً من الکتاب، الذین یقرء ون الکتاب، الذین أورثوا الکتاب وغیرہ) سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کتاب سے مراد ظاہر ہے، کتابِ الٰہی ہے، جو اسم جنس ہے۔ اس طرح لغوی اعتبار سے اہلِ کتاب کا مطلب ہوا 'الٰہی کتابوں کو ماننے والے'۔ پھر قرآن میں اہلِ کتاب کہہ کر کون سے مذہبی گروہ مراد لیے گئے ہیں؟

یہود و نصاریٰ

قرآن میں اس کے مواقع استعمال کا استقراء کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً 'اہل الکتاب' کہہ کر یہود و نصاریٰ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ بعض مواقع پر تو واضح اشارہ ملتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ دوسرے گروہ وہاں مراد ہو ہی نہیں سکتے۔ مثلاً:

> يَسْـَٔلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَن تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسٰىٓ أَكْبَرَ مِن ذٰلِكَ۔ (النساء:۱۵۳)
>
> (اے نبی، یہ اہلِ کتاب اگر آج تم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم آسمان سے کوئی تحریر ان پر نازل کراؤ تو اس سے بڑھ چڑھ کر مجرمانہ مطالبے یہ پہلے موسیٰ سے کر چکے ہیں۔)

یہاں 'حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال' کے حوالے سے اشارہ ملتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اہلِ کتاب سے مراد یہود ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لاَ تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلاَ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلاَّ الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ۔(النساء:۱۷۱)

(اے اہلِ کتاب، اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو، مسیح عیسیٰ بن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے۔)

اس آیت میں مخاطب صرف نصاریٰ ہیں، اس لیے کہ وہی حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں غلو کرتے تھے۔

بعض آیات میں 'اہلِ کتاب' کہہ کر یہود اور نصاریٰ دونوں کو مراد لیا گیا ہے۔ مثلاً:

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰۃُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلاَّ مِنْ بَعْدِہٖ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ۔(آل عمران:۶۵)

(اے اہلِ کتاب، تم ابراہیم کے (دین کے) بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔)

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔(المائدۃ:۶۸)

(صاف کہہ دو کہ ''اے اہلِ کتاب، تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ توراۃ اور انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ دونوں آیات میں تورات اور انجیل کے حوالے سے خطاب کیا گیا ہے اور ظاہر ہے، تورات کو ماننے والے یہود اور انجیل کو ماننے والے نصاریٰ ہیں۔

اسی بنا پر علماء اسلام نے صراحت کی ہے کہ اہلِ کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں:

واسم 'اهل الكتاب' يلزم أهل التوراة وأهل الانجيل۔[1]

(لفظ 'اہلِ کتاب' اہلِ تورات اور اہلِ انجیل کو مستلزم ہے۔)

علامہ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے:

و أهل الكتاب هم أهل التوراة والانجيل۔[2]

(اہلِ کتاب سے مراد تورات اور انجیل کو ماننے والے ہیں۔)

کیا دیگر مذہبی گروہوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تخصیص کی بنیاد کیا ہے؟ یہود و نصاریٰ کے علاوہ دیگر مذہبی گروہ، جن کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے، یعنی صابئین، مجوس اور مشرکین، کیا ان پر اہلِ کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چوں کہ وہ فرقے جن شخصیات کے پیرو ہیں ان کے بارے میں قطعیت سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ کے نبی تھے، یا جو کتابیں ان کی طرف بھیجی گئی تھیں وہ ضائع ہوچکی ہیں، ان کا اب کوئی وجود نہیں ہے، یا جن کتابوں کو ان کے یہاں تقدس کا درجہ حاصل ہے ان کے بارے میں الہامی کتاب ہونے کی بات بالجزم نہیں کہی جاسکتی، ان وجوہ سے ان فرقوں کو قطعی طور پر اہلِ کتاب نہیں قرار دیا جاسکتا۔

جہاں تک مشرکین (یعنی مشرکینِ مکہ) کا سوال ہے، وہ لوگ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد سمجھتے تھے، لیکن نزولِ قرآن کے زمانے میں

---

[1] تفسیر طبری (جدید)، ۶/ ۴۸۵، دار المعارف، مصر

[2] المغنی، ۶/ ۵۹۰، مکتبۃ الریاض الحدیثہ، ریاض ۱۹۸۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہونے والے صحیفوں (صحف ابراہیم) کا کوئی وجود نہیں تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن انھیں اہلِ کتاب سے الگ گروہ شمار کرتا ہے اور ان کا تذکرہ علیٰحدہ کرتا ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ (البینۃ:۱)

(اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے۔)

ایک جگہ قرآن نے انھیں 'امیّین' کہا ہے۔ وہاں بھی ان کا تذکرہ اہلِ کتاب سے علیٰحدہ کیا ہے:

وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَأَسْلَمْتُمْ۔ (آل عمران:۲۰)

(پھر اہلِ کتاب اور امیین دونوں سے پوچھو: "کیا تم نے بھی اس کی اطاعت و بندگی قبول کی؟"۔)

رہے صابئین اور مجوس تو ان کے سلسلہ میں علماء اسلام کے درمیان بہت زیادہ اختلافات ہیں۔ کوئی انھیں اہلِ کتاب قرار دیتا ہے، کوئی مثل اہلِ کتاب کہتا ہے اور کوئی بے دین بتلاتا ہے۔ ان اختلافات کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بہ خوبی ہوسکتا ہے:

صابئین [1]

حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں: صابئین اہلِ کتاب کا ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ زبور پڑھتے ہیں۔[2] یہی قول طبری نے سدی کی طرف منسوب کیا ہے اور اسی کا

---

[1] صابئین کے بارے میں درج بیش تر اقوال تفسیر طبری (جدید)، ۲/۱۴۶-۱۴۷ (قدیم) جزء ۱۷، ص ۸۹، تفسیر ابن کثیر، ۱/۱۰۴، ۲/۸۰ سے نقل کیے گئے ہیں۔ دیگر حوالے الگ سے ذکر کردیے گئے ہیں۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب الصعید الطیب وضوء المسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب علامہ ابن کثیر نے ان دونوں کے علاوہ ربیع بن انس، ابوالشعشاء جابر بن زید، ضحاک، اسحاق بن راہویہ کی جانب بھی کیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ اسی بنا پر امام ابوحنیفہ اور اسحاق ان کے ذبیحہ اور مناکحت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ طبری اور ابن کثیر نے ابن زید سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صابئین جزیرۂ موصل کے رہنے والے اور ایک مذہب کے ماننے والے تھے۔ وہ لاالہ إلا الله کہتے تھے، لیکن جزا و سزا اور کسی کتاب اور کسی نبی کے قائل نہیں تھے۔

امام احمدؒ اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ صابئین نصاریٰ کی جنس سے ہیں۔ امام احمد سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ صابئین 'سبت' کو مانتے ہیں۔ اسی طور پر یہ لوگ یہود کے مشابہ ہیں۔[1]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ صابئین ملائکہ کی پرستش کرتے تھے۔ قبلہ رو ہوکر نماز پڑھتے تھے اور زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ ابن کثیر نے قتادہ کی روایت میں صابئین کے غیر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ قتادہ سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ وہ لوگ سورج، چاند اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔

ابن وہب کا قول ہے کہ صابئین تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر سال تیس دن کے روزے رکھتے ہیں اور یمن کی طرف رخ کرکے روزانہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ کے قول کے مطابق صابئین، مجوس، یہود اور نصاریٰ کے بَین بَین ہیں، مگر ان کا کوئی دین نہیں ہے۔ ایسا ہی قول حضرت عطا اور حضرت سعید بن جبیر کا بھی ہے۔

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ صابئین خدائے واحد کو مانتے ہیں، مگر ان کی کوئی شریعت نہیں ہے جس پر عمل کریں اور انھوں نے کفر نہیں کیا۔

یہ مختلف اقوال نقل کرکے آخر میں ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

---

[1] المغنی، ۶/۵۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ان اقوال میں مجاہد اور ان کے متابعین (عطا اور سعید بن جبیر) اور وہب بن منبہ کا قول مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صابئین یہود، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین سے الگ ایک قوم ہیں۔ یہ لوگ اپنی فطرت پر قائم تھے۔ ان کا کوئی مخصوص دین نہ تھا، جس کی وہ اتباع کرتے ہوں۔"[1]

مجوس

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"مجوس اہلِ کتاب نہیں ہیں، جیسا کہ علماء کے درمیان مشہور ہے۔"[2]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"مجوس آگ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اس دنیا میں اصل دو چیزیں ہیں: نور اور ظلمت"۔[3]

ابن قدامہؒ نے لکھا ہے:

"امام احمدؒ نے صراحت کی ہے کہ مجوس کے پاس کوئی (الہامی) کتاب نہیں ہے۔ یہی عام علماء کا بھی قول ہے"۔[4]

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"مجوس اہلِ کتاب ہیں۔ وہ بعض انبیاء کا اقرار کرتے ہیں۔"[5]

ان اختلافات کا سبب یہ ہے کہ مختلف ادوار میں ان فرقوں کے عقائد اور مذہبی سرگرمیوں میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ جن شخصیات کے بارے میں ان کے

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ۱/۱۰۴، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ۱۹۳۷ء

[2] تفسیر قرطبی، ۶/۷۷، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب ۱۹۸۷ء

[3] حوالہ سابق، ۱۲/۲۳

[4] المغنی، ۶/۵۹۱

[5] الفصل فی الملل، ۱/۹۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلوں میں احترام اور عقیدت پائی جاتی ہے، تاریخ میں ان کی جانب کچھ اچھے اعمال اور کچھ اچھے کردار بھی منسوب ہیں۔ جن مذہبی کتابوں کو ان کے یہاں تقدس کا درجہ حاصل ہے، ان میں کچھ اچھی باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس بنا پر اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر رہے ہوں، جنھیں اس نے ان کی ہدایت کے لیے بھیجا ہو اور وہ مذہبی کتابیں الہامی ہوں، لیکن بعد میں امتدادِ زمانہ کے سبب ان کی سیرتیں مسخ ہوگئی ہوں اور ان کتابوں میں تحریفات در آئی ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں 'اہلِ کتاب' ہونے کا شبہ تو کیا جاسکتا ہے، لیکن یقینی طور سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ ایسے فرقوں کے لیے علماء نے 'شبہ اہلِ کتاب' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ شہرستانی نے لکھا ہے:

> ''وہ لوگ، جو ملتِ حنفی اور شریعتِ اسلامی سے خارج ہیں، البتہ کسی دوسری شریعت کے قائل اور اس کے احکام و حدود اور شعائر پر عمل پیرا ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کے پاس واقعتاً کتاب موجود ہے، مثلاً توریت اور انجیل۔ ایسے لوگوں کو قرآن 'اہلِ کتاب' کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جن کے کتاب (الٰہی) کے حامل ہونے کا شبہ کیا جاسکتا ہے، مثلاً مجوس اور مانویہ[1] اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے وہ مجوس کی حرکتوں کی وجہ سے آسمان پر اٹھالیے گئے۔ ان لوگوں کے ساتھ عہد و ذمہ کا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے ساتھ یہود و نصاریٰ جیسا برتاؤ کیا جائے گا، اس لیے کہ وہ اصحابِ کتاب تھے، لیکن ان کے ساتھ مناکحت اور ان کے ذبیحہ کا استعمال جائز نہیں۔ اس لیے کہ کتاب ان کے درمیان سے اٹھالی گئی''۔[2]

---

[1] مانویہ کے بارے میں شہرستانی نے لکھا ہے: ''یہ فرقہ مانی بن فاتک کا پیرو ہے، جس نے مجوسیت اور نصرانیت کے بین بین ایک مذہب ایجاد کیا تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کا قائل تھا، البتہ حضرت موسیٰ کی نبوت کا انکار کرتا تھا''، الملل والنحل، ۲۸۴/۱

[2] الملل والنحل، ۲۸۴/۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگوں نے ہندوؤں کو بھی 'شبہ اہلِ کتاب' میں شمار کیا ہے۔ ان کے نزدیک ان کی مذہبی کتابوں میں جس 'منو' کا تذکرہ ملتا ہے، اس کے حالات حضرت نوح علیہ السلام پر پوری طرح منطبق ہوتے ہیں۔ اور ان مذہبی کتابوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو قرآنی تعلیمات سے مشابہ ہیں۔[۱]

اصطلاح 'اہل کتاب' کی تشریح

گزشتہ بحث کے خلاصہ کے طور پر مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کی ایک تحریر درج کی جاتی ہے۔ مولانا نے اصطلاح 'اہلِ کتاب' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اہلِ کتاب کے لفظی معنیٰ 'کتاب والوں' کے ہیں، مگر قرآن کی اصطلاح میں جس طرح لفظ 'کتاب' کا ایک خاص اور محدود و متعین مفہوم ہے اور اس سے مراد صرف کتاب الٰہی ہوا کرتی ہے، نہ کہ مطلق کتاب، اسی طرح 'اہلِ کتاب' کا ایک خاص اور متعین مفہوم ہے اور اس سے مراد صرف یہودی اور عیسائی ہوا کرتے ہیں، نہ کہ ساری ہی آسمانی کتابوں کی ماننے والی ملتیں اور جماعتیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب 'کتاب' سے مراد کتاب الٰہی ہوتی ہے تو اہلِ کتاب کا مفہوم بھی کتاب الٰہی کے ماننے والے ہوں گے اور اس کا اطلاق کچھ خاص کتابوں کے ماننے والوں تک محدود رہنے کے بجائے ساری ہی آسمانی کتابوں کے ماننے والوں تک وسیع ہونا چاہیے، لیکن جہاں یہ بات صحیح ہے وہیں یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا میں جتنی مذہبی کتابیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف تین ہی کتابیں ایسی ہیں جن کے کتابِ الٰہی ہونے کی قرآن نے تصدیق فرما رکھی ہے: تورات، انجیل اور زبور۔ اس لیے وہ جب 'اہلِ کتاب' کا لفظ استعمال کرے گا تو اس سے اس کی مراد قدرتی طور پر صرف انھی تینوں کتابوں کی پیرو ملتوں تک

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا شمس نوید عثمانی کی کتاب 'اگر اب بھی نہ جاگے تو...' ناشر: روشنی پبلشنگ ہاؤس، رام پور، طبع اول ۱۹۸۹ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدود ہوگی۔

تورات کے نام پر وجود میں آنے والی ملت یہود ہیں اور انجیل کے ذریعہ ظہور میں آنے والی ملت عیسائی ہیں۔ رہی زبور تو اس کی بنیاد پر کوئی علیحدہ ملت وجود میں نہیں آئی، جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل کتاب ہے ہی نہیں اور اس کی حیثیت بس تورات کے ضمیمے کی سی ہے، جو مشہور اسرائیلی پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور جسے یہودی اور عیسائی دونوں ہی گروہ مانتے ہیں۔

ان تین کتابوں کے سوا باقی جن کتابوں کو بھی آسمانی کتاب کی حیثیت سے مانا جارہا ہے، چوں کہ ان کے ذکر سے قرآن بالکل خاموش ہے، اس لیے اس کی سند اور تصدیق کی بنا پر ان میں سے کسی کو کتاب الٰہی اور اس کے پیرووں کو 'اہلِ کتاب' تسلیم کیے جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ قیاس کا دروازہ ضرور کھلا ہوا ہے۔ مگر ظاہر ہے، قیاس صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ اس لیے اسے قرآنی اعتراف وتصدیق کا قائم مقام کسی طرح نہیں قرار دیا جاسکتا، حالاں کہ یہاں بحث ایک قرآنی اصطلاح کے مفہوم و مدعا کی، دوسرے لفظوں میں قرآنی اعتراف و تصدیق ہی کی ہے۔

غرض 'اہلِ کتاب' کی اصطلاح یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے 'علَم' کی حیثیت رکھتی ہے اور کسی تیسرے گروہ کو اس کے دائرے میں داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔"[1]

اس بحث سے واضح ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں اہلِ کتاب سے مراد صرف یہود اور نصاریٰ ہیں، اس لیے کسی اور فرقے کو 'اہلِ کتاب' کی صف میں شامل کرنا مناسب نہیں۔

☆☆☆

---

[1] قرآن کا تعارف، صدرالدین اصلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ص ۱۸۳-۱۸۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنیات کے موضوع پر
مصنف کی دیگر تصانیف وتراجم

تصانیف

۱- قرآن، اہل کتاب اور مسلمان	ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ
۲- کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں	مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام	" " "
۴- اہل مذاہب کو قرآن کی دعوت	" " "
۵- برصغیر میں مطالعہ قرآن	اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی
۶- قرآن کریم کا تصور انسانیت	" " "
۷- تخلیق انسانی کے مراحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز	" " "
۸- قرآنی آیات کی سائنسی تشریح-خطرات اور ان کا تدارک	" " "
۹- موجودہ دور میں رجوع الی القرآن کی دعوت-انحرافات اور تدارک	" " "

تراجم

۱۰- قرآن کریم کا اعجاز بیان (ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی)	مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
۱۱- علم تفسیر-چند بنیادی مسائل (حسن البنا شہیدؒ)	" " "
۱۲- تاریخ تدوین وجمع قرآن	اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

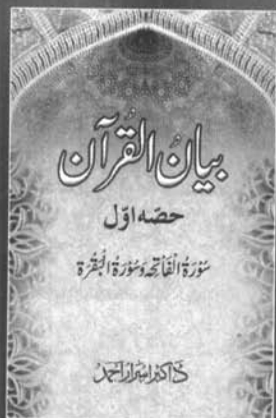

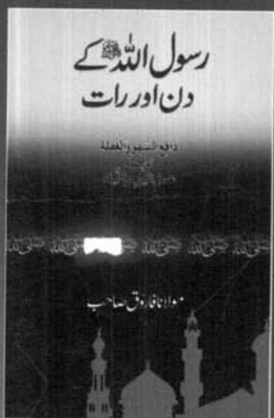

اریب
پبلیکشنز

Rs.60/-

Areeb Publications
1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Email :apd1542@gmail.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ